بالغات اور نسواں کے مکاتب

طریقہ کار، نصاب و نظام

تعلیمِ نسواں شریعت کی روشنی میں
خواتین کی تعلیم و تربیت عقل کی روشنی میں
تعلیم یافتہ خواتین کا تذکرہ
لڑکیوں کو دینی تعلیم نہ دینے کے نقصانات
نصابِ تعلیم اور تعلیم کی شکلیں
مکاتب نسواں شرائط و آداب
انتظامی امور سے متعلق چند اصول

مرتب
مفتی احمد اللہ نثار قاسمی
خادم دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر
دار العلوم رشیدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بالغات اورنسوان کے مکاتب
طریقہ کار، نصاب و نظام

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

فہرست مضامین

خواتین کی تعلیم وتربیت عقل کی روشنی میں

تعلیم وتربیت یافتہ خواتین کا تذکرہ

خواتین کی گمراہی کے اسباب

نصابِ تعلیم، تعلیم کی شکلیں اور طریقے

مکاتبِ نسواں ۔شرائط ورآداب

انتظامی امور سے متعلق چند اہم گذارشات

فکرِ خاطر

ہر قوم کی تعمیر و ترقی کا انحصار اس کی تعلیم پر ہوتا ہے، تعلیم ہی قوم کے احساس و شعور کو نکھارتی ہے اور صحیح تعلیم ہی نئی نسل کو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ سکھاتی ہے، قوم کی خواتین کو دین سے روشناس کرانے، تہذیب و ثقافت سے آراستہ کرنے، خصائل حمیدہ و شمائل جمیلہ سے مزیّن کرنے اور صالح نشو ونما میں قوم کی خواتین کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے، عورتوں کی نگہداشت اور دیکھ بھال دینی تعلیم و تربیت کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اگر مسلم خواتین کو دینی تعلیم دی جائے گی تو تہذیب و تمدن کا درخت بارآور و پھلدار ہوگا، پھولے گا، پھلے گا، ورنہ نسل نو کی تہذیب موسمِ خزاں کے حوالے ہو جائے گی۔

عورت کا دل دینی تعلیمات سے منوّر رہو تو اِس نورِ قلب سے کئی گھر روشن ہو سکتے ہیں، دیندار عورت ہی نیک بیوی ثابت ہو سکتی ہے، ہر دل عزیز بہو بن سکتی ہے اور شفیق ماں کے علاوہ مہربان ساس ہو سکتی ہے، اپنے بچوں کی معلمۂ اُولی ہو سکتی ہے، خاندانی نظام کو مربوط بلکہ مستحکم رکھ سکتی ہے، معاشی تنگی کو خوش حالی سے بدل سکتی ہے، نہ بھی بدل سکے تو شکر گذار تو بن سکتی ہے، میخانے کو مسجد اور بت خانے کو عبادت خانہ بنا سکتی ہے۔

آج دینی تعلیمات کے متعدد ذرائع ہونے کے باوجود سماج میں بے رغبتی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، جس مذہب نے دینی تعلیم کو ہر مرد و عورت کے لیے فرض قرار دیا اُسی مذہب کے پیرو کار دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں، ماں کی گود بچوں کا پہلا مکتب ہوتا ہے، اگر وہی گود دینی تعلیم سے بیزار ہو تو اُس گود میں پلنے والی اولاد کی بے دینی کا کیا عالم ہوگا۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا می رود دیوار کج

جب عمارت کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی جائے تو اخیر تک عمارت ٹیڑھی ہوتی چلی جاتی ہے، شروع کی اینٹ اگر سیدھی رکھ دی جائے تو اخیر تک عمارت سیدھی چلتی ہے، جس چیز

کا آغاز اور ابتداء درست ہوجائے تو اس کی انتہا بھی درست ہوجاتی ہے۔

☆کسی بھی بچّے کا مستقبل اس کی والدہ کی طرف سے دیئے گئے پیار اور پرورش پر منحصر ہوتا ہے جو صرف ایک عورت ہی کرسکتی ہے، ماں تعلیم یافتہ ہے تو اولاد بھی صاحب علم اورمہذب ہوگی کیونکہ بچّے کا زیادہ تر وقت ماں کے قریب گزرتا ہے اس لئے پڑھی لکھی ماں بچّے کے خیالات کو نکھار سکتی ہے، مرد کی تعلیم صرف مرد کی تعلیم ہے لیکن عورت کی تعلیم سارے خاندان کی تعلیم ہوتی ہے، تعلیم نسواں سے ایک اچھے خاندان کی بنیاد ہوتی ہے۔

☆نپولین بوناپارٹ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ’’تم مجھے پڑھی لکھی مائیں دو، مَیں تمہیں ایک بہترین قوم دوں گا۔‘‘

☆اگر اپنی قوم کو بدلنا چاہتے ہو تو اپنی قوم کی خواتین میں تبدیلی لائیں، جس قوم کی مائیں بن جائیں اُس قوم کا بننا آسان ہے۔

☆ قاضی عیسیٰ بن مسکین صوفی وقت اپنی بچیوں اور پوتیوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

☆ قاضی عیاضؒ عصر کے بعد بچیوں اور بھتیجیوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

☆علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ’’وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ‘‘ اس سے کیا اسلامی تعلیمات کی روح سے یکسر خالی مغربی وجودِ زن مراد نہیں ہے، آج دینی تعلیم کی ضرورت جتنی مردوں کو ہے، اس سے کہیں زیادہ عورتوں کو ہے۔

☆ مرد اور عورت گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں، گاڑی ایک پہیے پر نہیں چل سکتی یہی حال ہمارے معاشرہ کا ہے اس میں مرد اور عورت دونوں کی اہمیت یکساں ہے جب تک دونوں علم حاصل نہیں کریں گے ہم کسی صورت ترقی نہیں کرسکتے۔

☆غور کیا جائے تو خواتین کو دینی علوم سے غافل رکھنے میں زیادہ قصور مردوں کا ہے، مردوں نے اپنی زبان حال سے عورتوں کے ساتھ یہ روّیہ اختیار کیا کہ نہ اُن کو دینی تعلیم دینے کا بندوبست، نہ دینی تربیت کی فکر، گویا عملاً زبانِ حال سے انہیں باور کرادیا کہ تم اس لیے پیدا

نہیں کی گئی ہو کہ دینی و اخلاقی ترقی کرو، جو کچھ حاصل کریں گے وہ مرد کریں گے، اپنے طرزِ عمل سے عورتوں کے دینی راستے بند کرنے کا نتیجہ ہے کہ معاشرتی زندگی جہنم بن چکی ہے، اللہ تعالی قیامت کے دن مردوں سے اس متعلق باز پرس کریں گے، ابھی بھی توبہ اور جرم کی تلافی کا وقت باقی ہے، ’’جب تک سانس ہے اُس وقت تک چانس ہے‘‘ تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

☆ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم میں بعض اہم امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ؛ تاکہ اخلاق سنوارنے کے بجائے بگاڑنے کے ذرائع نہ بن جائیں۔

☆ دوسرے کام کے ساتھ موازنہ کرکے اپنے کام کی تفضیل ایسی نہ کی جائے کہ دوسرے کے کام کی تنقیص ہو جائے، تقابل، تفاضل اور تحاسد نہ ہو، بلکہ تعارف و تعاون کا تعلق ہو۔

☆ موجودہ زمانہ کا بڑا جھوٹ یہ ہے کہ ’’میرے پاس وقت نہیں ہے‘‘ وقت ہے تبھی سوشل میڈیا کے چینلز پر سرگرم ہیں وقت ہے تبھی گھنٹے گھنٹے دن بھر واٹس ایپ پر مگن ہیں، وقت ہے تبھی گھنٹے گھنٹے یوٹیوب اور فیس بک پر ہیں، فضولیات کا کچھ حصہ ہر مرد و عورت فارغ کرلے تو مسلمان قوم سے ’’جاہل قوم‘‘ کا لقب ختم ہو کر ’’تعلیم یافتہ قوم‘‘ کا لقب لگ جائے گا، زندگی ربر کی طرح ہے جتنا کھینچو گے کھینچتی جائے گی، اور جتنا چھوڑ دو گے سکڑتی جائے گی، عاملوں کو وقت دے سکتے ہیں ؛ مگر کاملوں و عالموں کو وقت نہیں دے سکتے، سو روپئے سے تین سو روپئے دے کر بار ٹوکن لئے عاملوں کے طواف کر سکتے ہیں ؛ مگر صبح یا شام مکتب کا ایک چکر پابندی سے نہیں ہوسکتا ہے، جہاں آنے سے عاملوں سے بھی اور بھوت پریت سے بھی چھٹکارے کے ہتیار مل جاتے ہیں، یعنی دعائیں۔

☆ پڑھنے والی بہنیں جنازہ کے دن بھی پڑھتی ہیں، کئی گھروں میں کام کرکے بھی پڑھتی ہیں، ظالم شوہر کے نکاح میں رہتے ہوئے بھی پڑھتی ہیں، سات آٹھ بچوں کی ماں بن کر بھی پڑھتی ہیں، ترسٹھ سال کی عمر میں بھی پڑھتی ہیں، حتی کہ شادی کی رات میں بھی سبق یاد کر رہی ہیں، زندگی کا رخ صحیح کرنے اور دین کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے، جب یہ حاصل

ہوجائے تو خواتین کے ذریعہ سے دین کے چراغ روشن ہوگے،جہاں جائیں گی شریعت زندہ ہوگی،جہاں رہیں گی وہاں قرآنی تعلیمات زندہ ہوجائیں گی،اللہ اللہ کی آواز گونجنے لگے گی،جہاں رہیں گی وہاں محبتیں عام ہوں گی۔

☆اس زمانہ میں بھی ایسی خواتین ہیں جو روزانہ فجر کے بعد سورہ بقرہ مکمل ڈھائی پارہ پڑھتی ہیں،سورہ یٰسین،اور صبح وشام کی دعائیں پڑھ کر کچن بھی سنبھالتی ہیں،شوہر کی خدمت بھی کرتی ہیں،طلب ومحنت کی بدولت اللہ نے وقت اور دولت میں برکت دے دی،گڑ ہے تو مکھیاں ہیں،صحت ہے تو چہل پہل ہے،دولت ہے تو آنے جانے والے ہیں،کل اللہ نہ کرے صحت نہ رہے،کل اللہ نہ کرے یہ دولت نہ رہے،گڑ ختم ہوگیا مکھیاں بھی ختم ہوگئی،پھر کوئی قبر کو بھی نہیں جانتا،پھر کوئی ثواب بھی نہیں پہنچاتا۔

☆سانس لینے کے بعد چھوڑنا بھی ضروری ہے،نہ کے تو بھی جان گئی،نہ چھوڑی بھی تو جان گئی،اسی طرح طالبات علم سیکھنے کے بعد سکھانا بھی ضروری ہے،ورنہ دم گھٹنے لگے گا،امۃ اللہ تسنیم صاحبہ حضرت علی میاں ندویؒ کی بہن نے ریاض الصالحین کا ترجمہ کرکے عظیم کارنامہ انجام دیا،عائشہ باجی کے نام سے لکھنؤ کی مشہور معلمہ گذری ہیں،سید قطب کے گھرانے کی عورتوں کی زندگیاں قابل مبارکباد ہیں۔

رسالۂ ھذا میں شادی شدہ خواتین کے لئے جزوقتی مکتب کی تعلیم کی اہمیت،دینی تعلیم نہ ہونے کے نقصانات،مثالی خواتین کی چند جھلکیاں،تعلیم کا طریقۂ کار،شرائط اور نصاب سے متعلق اہم تفصیل ہے،خدا کرے کہ ہر محلہ وبستی خواتین کی تعلیم سے آباد ہوجائے،ہر فارغہ بافیض بن جائے،ہر لڑکی دینی تعلیم سے روشناس ہوجائے،باتوفیق بندوں اور بندیوں کے ذریعہ ہر گھر تعلیم سے روشن ہوجائے،اس رسالہ کو اللہ رب العزت نفع عام کا ذریعہ بنالے۔

احمد اللہ نثار قاسمی

۱۵؍شعبان المعظم؍۱۴۴۵،مطابق 26/ 2/ 2024ء

تعلیمِ نسواں شریعت کی روشنی میں

بیٹیوں کو دینی تعلیم دینے کی دینی اور دنیوی اہمیت

① ☆ انسان کے لیے، دینی تعلیم، اسلامی تربیت، ایمانی شائستگی کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی ضرورت مچھلی کے لیے پانی کی ہے، عورت کے کئی رنگ ہیں، کبھی بیٹی تو کبھی پیاری بہن، کبھی کسی کی شریک حیات تو کبھی ماں کی شکل میں شجر سایہ دار؛ اس کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہوتی ہے، اس کے لیے زیورِ تعلیم کی قیمت، سونے چاندی کے زیور سے بھی بڑھ جاتی ہے؛ اسلام سے قبل عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی؛ آپ ﷺ نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دلائی، حضرت عبداللہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کی کوئی لڑکی ہو، وہ اس کو اچھا ادب سکھائے، اس کو اچھی تعلیم وتربیت دے اور اس پر اللہ کی اس کو عطا کی ہوئی نعمتوں سے وسعت وکشادگی کرے تو وہ اس کے لئے دخول جہنم سے رکاوٹ بنتی ہے: ”كَانَتْ لَهُ مَنْعَةً وَسِتْرًا مِّنَ النَّارِ“ (۱) عل
علامہ ہیثمی فرماتے ہیں : اس کو طلحہ بن زید نے روایت کیاہے اور یہ وضاع ہے۔)

باندی کو تعلیم کا حکم ہے تو بیٹی کیسے محروم رہے گی؟

② ☆ لڑکیوں کی دینی تعلیم کی طرف آپ ﷺ نے ایسی توجہ دلائی کہ بہن اور بیٹی کی تعلیم کی اہمیت تو ہے ہی، گھر میں کام کرنے والی باندی کو بھی علم سے آراستہ کرنے کا حکم فرمایا ؛ اس لئے کہ بہن اور لڑکی کی تعلیم وتربیت پر تو انسان توجہ دیتا ہے، باندی کی تربیت پر بہت کم توجہ دیتا ہے، جس قوم کی باندی تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے تو اس قوم کی بیٹی جاہل کیسے رہ سکتی ہے؟

”وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا، وَعَلَّمَهَا

---

(۱) مجمع الزوائد :، باب لعب الأولاد، حدیث :۱۳۴۹۸،

فَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا فتَزَوَّجَهَا فلَهُ أَجْرَانِ" (۱)

خواتین کی تعلیم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خاص فرمایا

③ خواتین بھی آپ کی مجلسوں سے استفادہ کیا کرتی تھیں، شاید اس لئے کہ آگے مرد ہوتے تھے، پیچھے عورتیں ہوتی تھیں، یا اس بناء پر کہ مرد شرکاء کی تعداد زیادہ ہوتی تھی، یا اس وجہ سے کہ مردوں کی آواز اونچی رہا کرتی ہوگی اور عورتوں کی آواز دب جاتی ہوگی، یا شاید یہ سبب ہو کہ خواتین سے متعلق بعض مسائل کا مردوں کی مجلس میں پوچھنا مناسب نہیں ہوتا، بہر حال جو بھی سبب ہو، عورتوں نے اس صورت حال کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ مرد ہم پر غالب آجاتے ہیں؛ اس لئے ہمیں ایک دن کا خصوصی وقت ملنا چاہئے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے جمعرات کا دن متعین فرمادیا، اس میں خواتین کا اجتماع ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے خطاب فرماتے اور ان کے سوالات کا جواب دیتے، یوں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہر ایک کے لئے کھلا رہتا تھا، جہاں مرد حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے، مسائل پوچھتے، اپنے اشکالات حل کرتے، وہیں خواتین بھی حاضری کی سعادت حاصل کرتیں؛ اسی لئے حدیث میں بہت سے ایسے سوالات کا ذکر ملتا ہے، جو عورتوں نے کئے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری توجہ کے ساتھ ان کا جواب عطا فرمایا ہے۔

خواتین کو اتنی تعلیم دی کہ وہ امیر المومنین سے مخاطب ہوئی

④ "عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا، جو شخص کسی عورت کا زیادہ مہر مقرر کرے گا تو میں مہر کی رقم بیت المال میں داخل کردوں گا ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا جو چیز اللہ نے ہمیں اپنی کتاب عزیز میں عطا کی ہے، آپ اس سے کیوں منع کر رہے ہیں؟ ارشاد باری ہے: {وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا} عمر نے یہ سن کر کہا "ہر شخص عمر سے بڑا فقیہ

(۱) بخاری، باب تعليم الرجل أمته وأهله، حديث :۹۷

ہے۔" خواتین کو آپ ﷺ نے اتنا علم دیا کہ وہ امیر المومنین سے مخاطب ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حق واضح ہوگیا تو آپؓ نے فی الفور کتاب عزیز کی طرف رجوع کیا اور ایک عورت کے قول سے بھی انحراف نہ کیا، یہ تواضع کی دلیل ہے ۔(۱)

---

(۱) منہاج السنہ النبویۃ: ۱/۴۳۱) افضل کے لیے یہ ضروری نہیں کہ مفضول اسے کسی بات پر بھی متنبہ نہ کر سکے، ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا تھا۔" مجھے وہ باتیں معلوم ہیں جو آپ نہیں جانتے؛ اور میں آپ کے پاس ملک سباء سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں۔" اَحَطۡتُّ بِمَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ وَجِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ "(النمل ۲۲:) حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر کے پاس علم حاصل کرنے کی غرض سے گئے تھے؛ اور ان سے کہا تھا : "کیا میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے وہ نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔"" هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا " [الکہف ۶۶] حالانکہ خضر کا مرتبہ آپ سے فروتر تھا، موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے مابین جو فرق ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اشباہ وامثال صحابہ کے مابین فرق سے بہت زیادہ ہے۔ حضرت خضر کے وہ علوم جن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس جانا پڑا؛ وہ ان علوم کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کے قریب بھی نہ تھے مبادا کہ آپ سے افضل ہوتے۔ بلکہ آپ کے متبعین انبیاء جیسے حضرت ہارون' حضرت یوشع اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام سے بھی افضل نہ تھے، جب کہ موسیٰ علیہ السلام خضر سے افضل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی تھی وہ ایک فاضل مجتہد کہہ سکتا ہے اس لیے کہ مہر میں اللہ کا بھی حق ہے اور یہ سودا بازی کی قسم کی کوئی چیز نہیں، اس لیے کہ مال کو مباح کرنے سے وہ مباح ہو جاتا ہے ،اور اسے بلاعوض خرچ کرنا جائز ہو جاتا ہے، جب کہ شرمگاہ مباح سمجھنے سے مباح نہیں ہو جاتی۔ اور انبیاء کے علاوہ باقی لوگوں کا بغیر مہر کے نکاح نہیں ہوسکتا، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، جب بغیر مہر کے نکاح نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، لیکن مہر کی مقدار مقرر کیے بغیر عقد نکاح ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں مہر مثل لازم آتا ہے۔ [یعنی جتنا مہر اس عورت کی خاندانی خواتین کا ہوا اتنا مہر اسکا بھی ادا کیا جائے گا] جب مہر میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی پایا جاتا ہے تو اس کے لیے ممکن ہے کہ کوئی شرعی حد مقرر کی جائے، جیسے زکاۃ اور فدیہ وغیرہ کی حد ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک مہر کی سب سے کم مقدار چوری کا نصاب ہے، اگر یہ جائز ہے کہ کم سے کم مہر کی مقدار مقرر کی جائے تو پھر یہ بھی جائز ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہر کی مقدار مقرر کی جائے، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد کو نافذ بھی کر دیتے تو یہ اجتہاد ان دوسرے بہت سارے اجتہادات سے کمزور نہ ہوتا جنہیں دوسرے لوگوں نے نافذ کیا ہے۔ تو پھر آپ کے لیے یہ اجتہاد نافذ کرنا کیسے جائز نہ ہوتا؟

عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین کا مسجد آنے کا مقصد

⑤ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں خواتین مسجدوں میں نماز ادا کیا کرتی تھیں؛ کیوں کہ آج کی طرح فتنہ وفساد کا اندیشہ نہیں تھا، عورتوں کے لباس ڈھکے چھپے ہوتے تھے، لوگ نگاہوں ہی کی نہیں دلوں کو بھی بُرائی سے محفوظ رہتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا، آپ وقتاً فوقتاً نازل ہونے والی آیات کو نمازوں کے بعد پیش فرماتے تھے، ظاہر ہے کہ اللہ کی کتاب مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی؛ اس لئے نمازوں میں ان کی شرکت کا انتظام کیا جاتا تھا، بعد کو اخلاقی بگاڑ اور بے حیائی کے رجحان کو دیکھتے ہوئے فقہاء نے عورتوں کے مسجد میں نماز ادا کرنے کو حرام اور ناجائز تو نہیں قرار دیا؛ لیکن کہا کہ یہ بہتر نہیں ہے، اور ان کا یہ اجتہاد پوری طرح منشاء نبوی کے مطابق تھا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی شب و روز کی رفیق اور مزاج شناس اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ اگر آپ ﷺ نے آج کی عورتوں کو دیکھا ہوتا تو ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا ہوتا''۔

مسجد نبوی کے علاوہ نو مسجدیں مدینہ منورہ میں اور بھی تھیں، مگر خواتین صرف مسجد نبوی آتی تھیں، کیونکہ آپ ﷺ سے نصائح اور احادیث، دینی تعلیم حاصل کرنا مقصود تھا، اس پر غور کیا جاسکتا ہے کہ عورتوں کے لئے مسجدوں کا متبادل فراہم کیا جائے، ہر مسلم محلہ میں ایک ایسا سینٹر ہو جو خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہو۔

خواتین کو تعلیم کی غرض سے عید الاضحی حاضری کا حکم

⑥ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کنواری اور پردہ نشیں عورتوں کو عید گاہ لے جاؤ تا کہ وہ عید میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں، البتہ حائضہ

عورتیں نماز کی جگہ سے الگ بیٹھیں۔

"قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَخْرِجُوا الْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الخُدُورِ لِيَشْهَدْنَ الْعِيدَ، وَدَعْوَةَ المسْلِمِينَ، وَلْيَجْتَنِبْنَ الحيَّضُ مُصَلىَّ النَّاس"(۱)

فائدہ ۱: ۔"حیض والی عورتیں بھی عید گاہ میں جائیں"اس سے پتہ چلا کہ اصلاً مسجد عید پڑھنے کی جگہ نہیں کیونکہ حیض والی عورتیں وہاں نہیں جا سکتیں۔

۲۔جب مسلمان دعا کریں تو جن عورتوں کو ماہانہ عذر کی وجہ سے نماز نہیں پڑھنی ہے وہ بھی دعا میں شریک ہو سکتی ہیں، اس طرح انھیں بھی خیر و برکت میں حصہ مل جائے گا۔

۳۔نماز نہ پڑھنے کے باوجود وہ خطبہ تو سن سکتی ہیں، ور جو مسائل بیان کیے جائیں، ان سے مستفید ہو سکتیں ہیں۔

ازواجِ مطہّرات کے گھر پر خواتین کا اجتماع

⑦ آپ ﷺ کا معمول مبارک روزانہ مغرب کے بعد اُن اُم المؤمنین کے یہاں قیام کا تھا جن کے یہاں آپ کی باری ہوتی تھی، یہیں دوسری ازواج مطہرات، صاجزادیاں اور گھر کی خواتین جمع ہو جاتی تھیں، حسب ِضرورت مہاجر اور انصاری خواتین بھی آیا کرتی تھیں اور کبھی براہ راست اور کبھی ازواج مطہرات کے واسطے سے اپنی ضرورت کے مسائل دریافت کرتی تھیں۔

وہ خواتین قابل تعریف ہیں جو علم حاصل کرنے میں شرماتی نہ ہوں

⑦ امہات المؤمنین خصوصا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ عورتیں مسائل معلوم کرتی تھیں، سن رسیدہ عورتیں خود بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مسائل معلوم کرتیں،

---

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة، حديث: ۱۳۰۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انصاری عورتوں کی تعریف و توصیف فرماتے ہوئے کہتی ہیں:

"نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الحيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ" (۱)

"انصار کی عورتیں کیا ہی اچھی عورتیں ہیں کہ حیاء ان کے دین سیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنتی"۔

چنانچہ روایت میں ہے: "ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہ! اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، تو یہ بتائیے کہ کیا عورت پر جب کہ وہ محتلم ہو غسل (فرض) ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ہاں) جب کہ وہ پانی یعنی منی کو اپنے کپڑے پر دیکھے، تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا منہ چھپالیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا عورت بھی محتلم ہوتی ہے؟ (یعنی اسے احتلام ہوتا ہے، خواب میں انزال کا واقعہ پیش آتا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تمہارا داہنا ہاتھ خاک آلود ہوجائے (اگر عورت کی منی خارج نہیں ہوتی) تو اس کا لڑکا اس کے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟۔ "نَعَمْ، تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ، فَبِمَ يَشْبَهُهَا وَلَدُهَا" (۱)

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ کرنا کتنا ناگزیر ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی کس قدر تاکید و توثیق فرمائی ہے۔

ہر عورت سورہ نور کی تعلیمات ضرور حاصل کرے

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ":

"عَلِّمُوْا رِجَالَكُمْ سُوْرَةَ المَائِدَةِ وَعَلِّمُوْا نِسَاءَكُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ" (۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ: "عورتوں کو سوت کاتنا

---

(۱) بخاری: کتاب العلم باب الحیاء فی العلم، حدیث: ۵۰

(۲) علامہ سیوطی، الدر المنثور: تفسیر سورۂ نور ۶: ۱۰۶/، دار الفکر، بیروت۔

اور سورۂ نور سکھاؤ، ”عَلِّمُوْہُنَّ الْغَزْلَ وَسُوْرَۃُ النُّوْرَ“ (۱)

خواتین کی تعلیم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

④ کتب حدیث وفقہ میں خواتین سے متعلق مستقل ابواب قائم ہیں؛ خواتین کے مخصوص مسائل پر طویل بحثیں ہیں، جن میں عورتوں سے متعلق حقوق، ذمہ داریاں، اور دائرہ کار موجود ہے، ہر خاتون کو اسی سے روشناس کروایا جانا ہے ضروری ہے؛ امام بخاری نے تعلیم نسواں کے سلسلے میں ایک پورا باب ہی قائم کیا ہے ”باب عظة الامام، النساء و تعلیمہن“ اگر خواتین کی تعلیم کی اہمیت نہ ہوتی فقہاء و محدثین ان ابواب کے قائم کرنے کا اہتمام نہ کرتے، صباحی و مسائی مکاتب و مدارس بنات کے قیام کا مقصد بنیادی تعلیم دینا ہی ہوتا ہے۔

خواتین پر بنیادی تعلیم کا حصول واجب ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان کے لئے علم حاصل کرنے کو ضروری قرار دیا: ”طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم“ اس میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اسی طرح دین کی دعوت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم پوری امت کے لئے ہے، اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

متقدمین اور متاخرین دونوں علماء وفقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دینی علم حاصل کرنے کا عورت کو بھی بالکل اسی طرح حکم ہے جس طرح مرد کو ہے۔ اس کے دو سبب ہیں:

شرعی اور دینی احکام میں عورت مرد کی طرح ہے۔ اسی طرح آخرت میں سزا اور جزا کے اعتبار سے عورت مرد کی طرح ہے اس لئے کہ اسلام نے عورت پر تمام فرائض لازم کئے ہیں، اور مرد کی طرح عورت کو بھی ان کا مکلف بنایا ہے جیسا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیکی، اطاعت، عدل وانصاف، حسن وسلوک اچھی باتوں کا حکم دینا اور برائی سے روکنا؛ لیکن بعض

---

(۱) العلامۃ السیوطی، الدر المنثور، تفسیر سورۃ النور: ۱۰۶/۶۔

خصوصی حالات میں اسلام نے عورت سے کچھ فرائض کو اٹھالیا ہے یا تو اس وجہ سے کہ عورت مشقت وتکلیف میں گرفتار نہ ہوجائے یا اس کی صحت کی خرابی کی حالت جیسے ماہواری اور زچگی، حیض، نفاس میں عورت سے نماز کو معاف کرنا اور روزہ، سے رخصت دینا یا اس کی وجہ سے وہ کام عورت کی جسمانی وضع سے اور نسوانی طبیعت سے میل نہیں کھاتا مثلاً یہ کہ وہ میدان جنگ میں لڑائی کرے یا لوہاری یا معماری کرے اور وہ ذمہ داریاں اس سے چھوٹ جائیں جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہے یا کوئی کام ایسا ہو جس کے کرنے سے کوئی خطرناک معاشرتی فساد مرتب ہو۔ اہل عقل وبصیرت والوں کے ہاں عورت کو اس کے دائرہ کار سے اٹھا کر دوسری جگہ پر لے جانا عورت کی قدرومنزلت اور عزت کو گھٹانا ہے۔

عورتوں کے لئے حصول علم کے درجات

فقہاء نے لکھا ہے کہ جن احکام کی روز مرہ ضرورت پڑتی ہے ان کو حاصل کرنا فرض ہے، نیز علم کا طلب کرنا فرض ہے اتنی مقدار جتنی کہ ضرورت پڑتی ہے ضروری طور پر ایسے معاملات کیلئے جن کا حاصل کرنا ضروری ہو وضو اور نماز اور دیگر سارے شرائع اور اپنی معیشت کے امور کو سرانجام دینے کیلئے علوم حاصل کرنا لازم ہے، اس کے علاوہ علوم کا حاصل کرنا فرض نہیں۔

"وفي البزازية طلب العلم والفقه إذا صحت النية أفضل من جميع أفعال البر وكذا الاشتغال بزيادة العلم إذا صحت النية وهو أقسام فرض وهو مقدار ما يحتاج إليه لإقامة الفرائض ومعرفة الحق والباطل والحلال والحرام ومستحب وقربة كتعلم ما لا يحتاج إليه لتعليم من يحتاج إليه ومباح وهو الزيادة على ذلك للزينة والكمال ومكروه وهو التعلم ليباهي به العلماء ويماري به السفهاء ولذلك كره الإمام تعلم الكلام والمناظرة فيه

وراء قدر الحاجة“ (۱)

عورتوں کی تعلیم کا مقصد

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں کہتا ہوں ان عورتوں کو مذہبی تعلیم دیجئے ،عورتوں کے لئے تو بس ایسی کتابیں مناسب ہیں جن سے خدا کا خوف، جنت کی طمع، اور شوق، دوزخ سے ڈر اور خوف پیدا ہو، اور اس کا اثر عورتوں پر بہت اچھا ہوتا ہے، اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ عورتوں کو وہ تعلیم جس کو پرانی تعلیم، دینی تعلیم کہا جاتا ہے بقدر کفایت ضرور دینی چاہیے، وہی تعلیم اخلاق کی اصلاح کرنے والی ہے جس سے ان کی آخرت اور دنیا سب درست ہو جائیں گے، تاکہ عقائد صحیح ہوں، عادات درست ہوں، معاملات صاف ہوں، اور اخلاق پاکیزہ ہوں۔ (۲)

صحابیات کی دینی مسائل کے متعلق دلچسپی

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اور صحابیات اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے قرآن سیکھنے کی طرف متوجہ ہوتے اور گھر گھر قرآن کی تعلیم ہوتی، خانگی مکاتب جاری ہو گئے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی اولاد اور بیویاں تک قرآن کی تعلیم سے بہرور ہو گئیں اور مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں جو بستیاں تھیں ان میں حفاظ کرام اور حافظہ خواتین کی تعداد بڑھ گئیں یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں نے بھی قرآن مجید کی چھوٹی بڑی سورتیں یاد کرلیں اور صحابیہ آپس میں بیٹھ کر قرآن ایک دوسرے کو سکھاتیں، اور فخریہ بیان کرتی تھیں کہ الحمد اللہ مجھے قرآن مجید کا فلاں فلاں حصہ حفظ یاد ہو گیا ہے۔

☆ ابتدائی دورِ اسلام میں پانچ خواتین لکھنا پڑھنا جانتی تھیں: امّ کلثومؓ، عائشہ بنت

---

(۱) مجمع الانہر ۴: ۱۸۴/

(۲) التبلیغ: ۸/ ۶۳

سعدؓ، مریم بنت مقدادؓ، شفا بنت عبد اللہؓ اور امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ، حضرت شفاؓ نے نبی کریم ﷺ کی ہدایت پر حضرت حفصہؓ کو کتابت سکھائی تھی، نبی کریمؐ کی اس توجہات کا نتیجہ تھا کہ تمام اسلامی علوم وفنون مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ وفتاویٰ، خطابت، شاعری اور طب وجراحت میں بہت سی صحابیات نے کمال حاصل کیا۔

۱۔ ایک صحابیہؓ بیمار ہوئیں اور یہ نذر مانی کہ اگر خدا شفا دیگا تو بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھوں گی، صحت یاب ہوئیں تو سامانِ سفر کیا اور رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔

۲۔ فاطمہ بنت ابی جیشؓ، حمنہ بنت جحشؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بی بی زینبؓ ان بیبیوں کا حضور ﷺ سے مسئلے پوچھنے کے لئے گھر سے آنا حدیثوں میں آیا ہے، پہلی بی بی نے استحاضہ کا مسئلہ پوچھا دوسری بی بی ہمارے حضور ﷺ کی سالی، حضرت زینب کی بہن ہیں اُنہوں نے بھی استحاضہ کا مسئلہ پُوچھا تھا اور تیسری بی بی صدقہ دینے کا مسئلہ پُوچھا تھا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک بڑے صحابی ہیں یہ اُن کی بی بی ہیں۔

صحابیات مکتب پڑھاتی تھیں

عورتیں بھی مکاتب میں تعلیم دیتی تھیں، تابعی عبد ربہ بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ: ام درداء رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنی تختی میں کچھ سکھایا تھا اس میں سے یہ بھی لکھ کر دیا تھا

" كتبت لي أُمّ الدَّرْدَاء فِي لَوْحِي: اطلبُوا العِلْم صِغَاراً،
تَعْمَلُوا بِهِ كِبَاراً، فَإِنَّ لِكُلِّ حَاصد مَا زرع "

حکمت بچپن سے سیکھو، اور بڑے ہونے کے بعد عمل کرو، اور کہا تھا: انسان جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے، خواہ شر بوئے یا خیر" (۱)

---

(۱)۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۴: ۱۲۹/، تاریخ دمشق: ھیجمۃ، ۷/ ۱۵۸

خواتین کی تعلیم و تربیت عقل کی روشنی میں

مرد جس طرح احکام کے مکلف ہیں اسی طرح عورتیں بھی ہیں

① احکام شریعت جہاں مردوں سے مخاطب ہوتے ہیں وہیں عورتوں سے بھی ان کا خطاب ہوتا ہے، خالق کائنات نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کا مکلف جیسے مردوں کا بنایا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ان احکامات کا مکلف بنایا ہے، اور جیسے علم کے ذرائع ظاہری حواس، عقل وفہم مردوں میں بھی ہیں اور عورتوں میں بھی؛ لہذا اتنی دینی تعلیم بے حد ضروری ہے، جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں اور شریعت کے مطالبات کو روبہ عمل لاسکیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی لئے عورتوں پر بھی علم دین حاصل کرنا ضروری ہے۔ ''إن النساء شقائق الرجال'' (۱)

بنیادی تعلیم کے بغیر سماجی حقوق ادا کرنا دشوار ہے

② علم دین انسان کو انسان بنانے کے ساتھ، حق و باطل کی تمیز، اچھے برے کے فرق سے آگاہ، معاشرتی وسماجی حقوق سے روشناس، اخلاق وآداب سے آراستہ، فتنوں سے دامن کو محفوظ، ضلالت وگمراہی کو واضح اور ان سے بچنے کی راہیں ہموار کرتا ہے؛ بقدر ضرورت علم کا حصول ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض عین ہے، یعنی وہ اتنا دینی علم حاصل کرے کہ جس سے وہ اپنی عبادت درست طریقہ پر ادا کرسکے، حلال وحرام کو پہچان سکے، اس کے علاوہ دینی علوم کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، اسی وجہ سے ہر مسلمان پر اس کا حاصل کرنا فرض ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (۲)

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس لفظ ''مسلم'' میں مرد وعورت دونوں داخل ہیں۔ (۳)

---

(۱) ترمذی، حدیث ۱۱۳ :

(۲) سنن ابن ماجہ، حدیث ۲۲۴ :

(۳) اصلاح خواتین ۲۹۴ : مولانا اشرف علی تھانویؒ، ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا، ہردوئی، روڈ لکھنؤ۔

لڑکیوں کو تعلیم سے آراستہ کرنا ان پر بڑا احسان ہے

③ کسی پر احسان کرنا ایک مستحسن امر ہے جسکی قرآن و حدیث میں جا بجا تلقین ہے اور تعلیم سے آراستہ کرنا احسانات میں سب سے بہترین احسان ہے، چنانچہ احادیث مبارکہ میں اولاد کے ساتھ احسان کا جہاں ذکر آیا ہے؛ شارحین حدیث نے وہاں اچھی تعلیم و تربیت کو بھی شامل کیا ہے، آج خاندانوں میں جھگڑے مال کم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ دینی علم کم ہونے کی وجہ سے ہے، خلع وطلاق کے واقعات دولت نہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

حدیث میں ہے کہ "ان اکرم المؤمنین احسنکم اخلاقا الطفکم اهلا"۔

تم میں سب سے زیادہ قابل تکریم وہ مسلمان ہے جس کے اخلاق پاکیزہ ہوں اور عورتوں، بیویوں کے ساتھ لطف و مروّت اور مدارت کا برتاؤ کرتا ہو۔عورتوں کے ساتھ احسان و اکرام میں تعلیم و تربیت بھی داخل ہے، آج کسی یتیم لڑکی کی کوئی تعلیم و تربیت کی فکر سے فیس ادا کرنے کی ذمہ داری لے تو احسان سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اپنی خواتین کی فکر بھی احسان و اکرام میں داخل ہے۔

خواتین کی تعلیم و تربیت آپ ﷺ کی وصیت میں شامل ہے

④ نبی کریم ﷺ نے سب سے زیادہ توجہ عورتوں کی طرف دی ہے حتیٰ کہ عین وفات کے وقت جو آخری کلمہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا کہ "اتقوا الله فی النسآءِ"

اے لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، یہ امانتیں ہیں جو تمہارے سپرد کی گئی ہیں، ایسا نہ ہو کہ تم امانت میں خیانت کرو اور قیامت کے دن تم سے باز پرس ہو، یہ آخری کلمہ ہے جو عین وفات کے وقت فرمایا ہے وہ یہ تھا کہ عورتوں کی فکر کرو کہیں یہ ضائع نہ ہو

جائیں، ان کو خراب نہ کر دیا جائے، ان کی تربیت نہ تباہ ہو جائے، ان کا دین نہ برباد ہو جائے اور دنیا نہ خراب ہو جائے۔ تو جس ذاتِ اقدس نے خود عورتوں کے بارے میں اتنی توجہ کی اس کی امت کا بھی فرض ہے کہ وہ توجہ کرے۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ امت کے لیے نبی اکرمؐ نے جہاں اتنا خیال کیا، امت کیا خیال کر رہی ہے؟ امت نے یہ کیا کہ طرزِ عمل سے باور کرا دیا کہ تم نہ دینی ترقی کے قابل، نہ دینی عمل کے قابل، یہ تمہارا کام ہی نہیں، بس تمہارا کام یہ ہے اگر تم غریب ہو تو گھر بیٹھ کے کھانا پکاؤ، اور اگر تم دولت مند ہو تو کھانا ملازمہ پکا لے گی، تم اچھے کپڑے پہن لیا کرو، بہترین زیور پہن لیا کرو اور جو جی میں آئے آرائش زیبائش کر لیا کر، ان کے بدنوں کو تو سنوار دیا لیکن دلوں کو ویران کر دیا، بدن کی آرائش و زیبائش تو چند دن کی بہار ہے، بیماری کے تین دن ساری جوانی ڈھیلی پڑ جاتی ہے، چہرے کی تازگی اور سرخی بھی ختم، منہ پر جھریاں چھا جاتی ہیں، صورتوں کے حسن و جمال سے زیادہ سیرت کے حسن و جمال، اخلاق کی پاکیزگی پر محنت کریں۔

تعلیم کے بغیر ایک عورت عورت نہیں بن سکتی

⑤ ایک بیٹی، حقیقت میں رحمت اسی وقت بن سکتی ہے، جب کہ اس کا قلب اسلامی تعلیمات سے روشن اور فاطمی کردار و گفتار کا پیکر ہو، ایک عورت، مرد کے لیے شریکِ حیات کی شکل میں روحِ حیات کا سبب اسی وقت بن سکتی ہے، جب اس کا دل سیرتِ خدیجہؓ سے سرشار ہو، وہ ایک مشفق ”ماں“ اسی وقت ثابت ہو سکتی ہے؛ جب کہ اس کی گود بچے کے لیے پہلا اسلامی مکتب ثابت ہو، وہ بھائیوں کی محبتوں کا مرکز اسی وقت ہو سکتی ہے، جب اس کے جذبات ویسے ہوں، جیسے حضرت عائشہؓ کے جذبات، اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن کی وفات کے بعد تھے۔

خواتین کی تربیت کے لئے خواتین کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے

⑥ خواتین کے طبقہ کو بھی میدانِ علم و دعوت میں ان کے گھریلو امور کے ساتھ خوب استعمال کیا جانا وقت کا تقاضا ہے، آج مغرب اسی اصول پر کاربند ہونے کی وجہ سے ''آزادئ نسواں'' کا نعرہ لگا کر دھوکہ دے رہا ہے، بالخصوص جب کہ ارتداد، الحاد، خدابیزاری، شریعت بیزاری، اختلاط اور مغرب کا طوفان بدتمیزی سارے حدود پار کر چکا ہے، خواتین کو دوکان پر، آفس میں، کمپنی میں، فلائٹ میں، ہر جگہ کی زینت بنادیا، حتی کہ مردوں کا اکاؤنٹ عورت ہیک (hack) کر رہی ہے، چوری اور لوٹنے کا ملکہ بھی حاصل کرلیا، ہر جگہ عورت کے ذریعہ روشن کی جانے لگی؛ مگر گھر کے اندھیرے کو روشن کرنے کی فکر نہیں ہے، گھر کا چراغ دنیا کو روشن کر رہا ہے، عورت کی تعلیم ہوئی تو وہ کمپنی بھی چلا رہی ہے، جب تربیت نہ ہوئی تو گھر بھی برباد ہو رہا ہے۔

عورت بے دینی کی وجہ سے آج وہ دین وایمان سے دور ہے، غیر ضروری رسومات کا رواج عام ہوتے جارہا ہے، عورت بے دین رہے گی تو مسجد و بازار کا دیندار بھی گھر میں دینداری قائم نہیں کرسکتا۔

خواتین کے ذریعہ باطل کی محنت

⑦ دیگر ادیان وافکار کے مبلغین اپنی خواتین کے ذریعہ اسلام اور اہل سنت والجماعت پر اشکالات کا مسلسل سلسلہ جاری کر چکے ہیں، اسٹیج پر بڑی بے شرمی سے اسلام پر اعتراضات ، بے حیائی کی گفتگو، نفرت بھری باتیں، ایک عورت ایک دیہات کو مرتد بنادیتی ہے، ایسے ماحول میں ہم اپنی خواتین کو مبلغہ نہ بھی بناسکیں تو کیا کم از کم خود کے دین کی حفاظت کی حد تک تعلیم بھی نہیں دے سکتے؟ جبکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ اپنی خواتین، طالبات ومعلمات کو مخصوص کورسس کے ذریعہ فکری ارتداد کے اس میدان کے قابل بنایا جاتا۔

اس کے لئے معلمین کی خواتین، اور مبلغین کی عورتیں کا اپنے بہت سے فارغ اوقات کو استعمال میں لاکر اپنے ان اوقات اور صلاحیتوں کو دعوتی اور اصلاحی میدان میں بہترین طور پر کام انجام دیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعہ مدارس آس پاس کے علاقوں کے لئے بھی بافیض ہوسکتے ہیں، خود ائمہ کرام اور حفاظ عظام کا گاؤں، دیہاتوں اور بنجر علاقوں میں قیام اپنی خواتین کو تیار کرکے زیادہ نفع بخش بن سکتے ہیں۔

خواتین مسلم سماج کا نصف حصہ ہیں

⑧ خواتین انسانیت کا نصف حصہ ہیں، ان کی تربیت او راصلاح کے بغیر صالح معاشرہ کی تشکیل نہیں ہوسکتی، اس لئے تعلیم جتنی ضروری مرد کے لیے ہے، اتنی ہی ضروری عورتوں کے لئے بھی؛ مردوں کی دینی تعلیم وتربیت سے تو گھر سے باہر کا ماحول درست ہوتا ہے اور خواتین کی تعلیم وتربیت سے گھر کا اندرونی ماحول بنتا ہے، اسی ماحول میں بچے آنکھ کھولتے ہیں، گھر کے درودیوار کے اندر ہی ان کا معصوم بچپن گذرتا ہے اور ان کی ذہنی وفکری نشوونما ہوتی ہے، اس وقت ہمارے اندر جو بگاڑ اور فساد ہے، اور شریعت کے احکام پر رسوم ورواج کا غلبہ ہے وہ دراصل خواتین کی دین سے دوری اور ناواقفیت اور دینی تربیت کے فقدان کی وجہ سے ہے۔

کیا قوم کا نصف حصہ جاہل رہے گا تو قوم تربیت پائے گی؟

⑨ عورت کی تعلیم وتربیت، حسنِ اخلاق، اعمال صالحہ کا اہتمام، محبتِ اور خشیت الٰہی کا پیدا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ایک مرد کے لیے ضروری ہیں؛ کیونکہ عورت انسانی معاشرہ کا نصف حصہ ہے، اس کے عادات واطوار کا براہ راست اثر معاشرہ پر ہوتا ہے؛ بلکہ معاشرہ کی تعمیر میں عورت کا کردار بمقابلہ مرد کے زیادہ ہوا کرتا ہے؛ کیونکہ انسان کی خشت اول عورت سے ہے، ماں جس قدر بہترین کردار کی حامل ہوگی اتنا ہی اثر اولاد پر ہوگا، اگر

ماں بدکردار ہوگی تو اس کے گود سے تیار ہونے والی انسانی کھیپ بھی بدکردار ہوگی، جو آئندہ چل کر معاشرہ کے بگاڑ اور اخلاقی بحران کا سبب بنے گی۔

کیا قوم کی خواتین صلاحیتوں سے محروم ہیں؟

⑩ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم کو بھی خصوصی اہمیت اور توجہ دی ہے، خود عہد نبوی میں بھی عورتوں اور لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کا نظم تھا، جس کی وجہ سے خواتین میں اعلیٰ درجہ کی مفسّرہ، محدّثہ اور فقیہ پیدا ہوئیں اور ان سے عورتوں نے بھی کسبِ فیض کیا اور مردوں نے بھی؛ کیا اب امت مسلمہ ایسی خواتین سے محروم ہو چکی ہے، ہم یہ تسلیم کرنے تیار نہیں ہیں کہ مسلمان خاتون قرآن کی تفسیر، حدیث کی تشریح، فقہ وفتاوی کا گہرا علم رکھ سکتی ہے، یا ہم اپنے حسن نظام وتعلیم کی کوتاہیوں پر پردہ ڈالے رہنا چاہتے ہیں۔

امام ابی جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ''طحاوی شریف'' حدیث شریف کی کتاب ہے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، یہ عورت کا طفیل ہے، امام طحاویؒ کی بیٹی نے حدیث کی کتابیں املاء کی ہیں، باپ حدیث اور اس کے مطالب بیان کرتے تھے، بیٹی لکھتی جاتی تھی، اس طرح کتاب مرتب ہوگئی، گویا جتنے علماء اور محدث گزرے ہیں یہ سب امام ابی جعفر صادقؒ کی بیٹی کے شاگرد اور احسان مند ہیں، یہ بھی ایک عورت تو تھی، کوئی وجہ نہیں ہے کہ امام طحاویؒ کی بیٹی تو محدث بن سکے ہماری کوئی بہو بیٹی ایک اچھی مسلمان بھی نہ بن سکے، وہی نسل ہے وہی ایمان ودین ہے، وہی علم تھا آج بھی موجود ہے۔ بس توجہ اور بے توجہی کا فرق ہے۔ ان لوگوں نے توجہ دی تو عورتیں بھی ایسی بنیں کہ بڑے بڑے مرد بھی ان کے شاگرد بن گئے۔ آج توجہ نہیں کرتیں تو کمال نہیں پیدا ہوتا؛ مگر صلاحیتیں موجود ہیں۔

کیا خواتین میں صلاحیت کم ہے؟

خواتین میں بھی تعلیمی صلاحیت موجود ہے خواتین کے اندر صلاحیتیں مرد کے برابر نہ صحیح

مگر مرد سے کم بھی نہیں ہوتیں ، طاقت کے معاملے میں مردوں کے شانہ بشانہ پتھر بھی اٹھائے، جنگیں بھی لڑی ہیں، جسمانی ساخت میں عورت مرد کے مقابلے کچھ کمزور واقع ہوئی ہے ورنہ عقل وشعور کی جملہ صلاحیتیں مرد کی طرح عطا کی گئی ہیں، حافظ قرآن، عالمات، معلّمات کے زمرے میں خواتین نے ہر زمانے میں مردوں کے برابر کامیابی حاصل کی ہے، جدید علوم کے میدان میں بھی ڈاکٹرس، انجینئرس، سائنٹسٹ یہاں تک کہ ہوائی جہاز اڑانے کے فنون میں خواتین آج بھی موجود ہیں، خلوص اور لگن کے باب میں تو خواتین مردوں سے کہیں آگے ہیں، لڑکیوں کا رزلٹ لڑکوں سے اکثر بہتر ہی سامنے آیا ہے۔

خواتین کو مخصوص عہدے نہ دینے کی وجہ؟

علماء اسلام نے ان عورتوں کا ذکر کیا ہے جو ولایت کے مقام تک پہنچی اور کامل ہوئی ہیں، البتہ کچھ عہدے اسلام نے ایسے رکھے ہیں جو عورتوں کو نہیں دیے گئے، اس بنا پر کہ عورت کا مقام حرمت وعزت کا ہے، نبی بننے کے بعد اجنبی مردوں سے اختلاط ضروری ہے، جس سے فتنے پیدا ہوجاتے ہیں، برائیوں کا اندیشہ رہتا ہے، اس لیے عورتوں کو ایسے عہدے نہیں دیے گئے جس سے فتنوں کے دروازے کھلیں؛ لیکن صلاحیتیں موجود ہیں، صلاحیت اس حد تک تسلیم کی گئی ہے کہ علماء کی ایک جماعت اس بات کی بھی قائل ہے کہ عورت نبی بن سکتی ہے، رسول تو نہیں بن سکتی۔(۱) اگرچہ کہ جمہور کا یہی کہنا ہے کہ عورت نہ نبی بن سکتی ہے اور نہ رسول۔

---

(۱) نبی اسے کہتے ہیں جس سے ملائکہ علیہم السلام خطاب کریں اور خدا کی وحی اس کے اوپر آئے۔ رسول اسے کہتے ہیں جو شریعت لے کر آئے اور خلق اللہ کی تربیت کرے، اس لیے تربیت کا مقام تو نہیں دیا گیا مگر ان کے نزدیک نبوت کا مقام عورت کے لیے ممکن ہے، حتیٰ کہ ''ظاہریہ'' کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام نبی ہیں، فرشتے نے خطاب کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبی تھیں اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ علیہا السلام جو ابتداء سے ہی مسلمان تھیں وہ نبوت کے مقام پر پہنچیں۔

عالم بشریت میں نبوت سے بڑا انسان کے لیے کوئی مقام نہیں ہے، خدائی کمالات کے بعد اگر بزرگی کا کوئی درجہ ہے تو وہ نبوت کا ہے اس سے بڑا کوئی درجہ نہیں، جب عورت کو یہ درجہ بھی مل سکتا ہے تو عورت کی صلاحیت کی وجہ سے ہی ہے۔

کیا خواتین کی قوتِ عقل کم ہے؟

بچوں کا قصہ بعد میں آتا ہے، خود خاوند بھی عورت سے متاثر ہوتا ہے، عورتیں جب کسی چیز کو منوانا چاہتی ہیں تو منوا کے رہتی ہیں، خاوند کو مجبور کر دیتی ہیں، اس میں ایک پہلو جہاں عورتوں کے لیے عمدہ نکلتا ہے وہاں ایک بات کمزوری کی بھی نکلتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عورتیں ہیں تو ناقص العقل، ان کی عقل کم ہے، مگر بڑے بڑے کامل العقل مردوں کی عقلیں اچک کر لے جاتی ہیں، اچھے خاصے عقل مند بھی ان کے سامنے پاگل بن جاتے ہیں۔

"ما رایت من ناقصات عقل و دین اذهب للب الرجل الحازم من احدکن"

ساری دنیا کی عورتوں کا مزاج ایک جیسا ہی ہوتا ہے اور مردوں کی ذہنیت بھی ایک ہی ہوتی ہے، البتہ تمدن کا فرق ہے۔

رسومات کن کے فیصلے سے ہیں؟

شادی بیاہ وغیرہ کی اکثر رسمیں جو دولت اور دین کو بھی برباد کرتی ہیں، کیوں سمجھ دار اور عقل مند آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی دولت اور دین بھی برباد کر رہا ہے؟ جواب ہوگا کہ جی عورتیں نہیں مانتیں کیا کریں! گویا عورتیں حکّام ہیں، وہاں سے آرڈر جاری ہوتا ہے اور یہ غلام و رعایا ہیں ان کا فرض ہے کہ اطاعت کریں۔

حضور ﷺ کا فرمان صادق آیا کہ "ہیں تو یہ ناقص العقل مگر اچھے بڑے عقل والوں کی

عقلیں اچک کر لے جاتی ہیں اور انہیں بے وقوف بنا دیتی ہیں، تو جب عورت میں یہ قوت موجود ہے کہ عقل مند کو بھی بے وقوف بنا دیتی ہے اور اچھے بھلے مرد کو مجبور بنا دے، اگر وہ کسی اچھی چیز کے لیے مرد کو مجبور کرے گی تو مرد کیوں نہیں مجبور ہوگا؟

بیوی اطاعت پر لانے کی ضد

اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے یوں کہہ دے کہ آپ کا حکم واجب الاطاعت ہے، آپ خدا کی طرف سے میرے مربّی ہیں؛ لیکن جب تک آپ نماز نہیں پڑھیں گے میں بھی آپ کے حکم کی پابند نہیں ہوں، شوہر ضرور پڑھے گا چاہے خدا کے لئے نہ پڑھے بیوی کے لئے تو ضرور پڑھے گا، عورتیں ضد کر کے دنیا کی بات منوا لیتی ہیں کوئی وجہ نہیں کہ دین کی بات نہ منوا لیں۔

ماضی میں تاریخ گواہ ہے کہ عورتوں کی بدولت بہت سے خاندانوں کی اصلاح ہوگئی ہے، بعض خاندان ایسے تھے جو خرافات میں مبتلا تھے، گھر میں دولت تھی، کہیں سینما کہیں تھیٹر ،نماز کا تو کہیں سوال ہی نہیں، اتفاق سے عورت نہایت صالح اور دیندار گھرانے کی آ گئی، چند دن اس نے صبر کیا، چند ماہ بعد کہنے لگی : یہ نبھاؤ مشکل ہے کہ رمضان میں روزے سے رہوں گی اور تم بیٹھ کے کھانا کھاؤ گے اور پکانے پر مجھے مجبور کرو گے، میں پکانے کے لیے مجبور نہیں ہوں، جہاں چاہے پکواؤ اِس گھر میں یہ نہیں ہوگا، اس بد دینی میں تمہاری اعانت کر سکوں یہ خود گناہ کی بات ہے، یا تو اپنا بندوبست کرو یا پھر ان خرافات کو چھوڑ دو، آخر مرد مجبور ہوئے، نماز روزے کے پابند ہو گئے اور بہت سی اچھی خصلتیں پیدا ہوگئیں۔

عموماً خاندانوں میں جھگڑے عورتوں کی بدولت پیدا ہوتی ہیں، ایک دوسرے کو اتار چڑھاؤ سے بدظن بنا دیتی ہیں، دو حقیقی بھائیوں میں لڑائی پیدا کر دیتی ہیں حتّٰی کہ خاندانوں میں نزاع اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، اس کے برعکس اگر عورت نیک نہاد اور نیک طینت ہے تو بڑے بڑے جھگڑے ختم کرا دیتی ہے، خاندان مل جاتے ہیں، جب اللہ نے ایک طاقت دی ہے تو اس کو صحیح راستے پر خرچ کیا جائے۔

خواتین کی تعلیم کی فکر مردوں سے زیادہ اہم ہے

⑪ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: کم از کم ہر مسلمان عورت کو اپنی مذہبی تعلیم سے واقف ہونا چاہئے اور ہمیں اپنے او پر لازم کر لینا چاہئے کہ ہم انہیں قرآن و حدیث، اردو لکھنا پڑھنا، معاشرت، معاملات، اخلاقیات، حساب و کتاب اور امور خانہ داری کی تعلیم دیں... لڑکیوں کی اصلاح اور تعلیم اہم اور زیادہ ضروری ہے؛ کیونکہ لڑکے تو بعد میں نکل کر استاد اور مشائخ کی صحبت میں بھی پہنچ جاتے ہیں جس سے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے، مگر لڑکیوں کو یہ بات میسر نہیں ہوتی؛ کیونکہ وہ ہر وقت گھر میں رہتی ہیں، ان کے لئے یہی اسلوب بہتر ہے کہ گھروں میں دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے .... لڑکیوں کی اصلاح نہ ہونے میں سارا قصور ماں باپ کا ہے، کہ وہ لڑکیوں کی دینی تعلیم کا انتظام و اہتمام بالکل نہیں کرتے۔(۲)

خواتین کی تعلیم کی فکر کو مردوں سے زیادہ کیوں ضروری ہے؟

⑫ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ فرماتے ہیں کہ :

’’تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی دینی ضروریات کے لئے کافی وافی نہیں، دو وجہ سے : اولاً پردہ کے سبب سے سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا تقریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد بھی میسر نہیں ہوتے، اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا اہتمام نہیں ہوتا تو دوسروں کے لئے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے، پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق دشوار ہے، اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی

ہوگئی، یا کسی کے گھر میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں، ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے، تو سب شوہروں کا ایسا ہونا

عادۃ ناممکن ہے تو عورتوں کی احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں، اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں ،اس لئے کچھ عورتوں کو متعارف اور مروج طریقے پر تعلیم دینا واجب ہوا"۔(۱)

افسوس! قوم نے خواتین کی تعلیم کو ثانی درجہ میں رکھدیا

کسی بھی سماج اور قوم کی ترقی اور خوشحالی میں خواتین کا اہم رول ہے، خواتین کے تعلق سے ہمیشہ بے توجہی برتی گئی، اور برصغیر کی امت مسلمہ نے بھی اس سلسلے میں کوئی خاص رول ادا نہیں کیا۔

امت نے لڑکوں کی تعلیم کے لیے مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا لیکن لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی نظم نہیں کیا، اب کہیں جا کر کچھ ادارے وجود میں آئے، لیکن ان کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے، ہزاروں دارالعلوم لڑکوں کے لیے قائم کیے گئے، گاؤں دیہات کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے شہر مسلم لڑکیوں کے تعلیمی اداروں سے محروم ہیں، یہ نعرہ بھی ہمیشہ لگایا جاتا رہا کہ ایک مرد کی تعلیم صرف ایک مرد کی تعلیم ہے جب کہ ایک عورت کی تعلیم ایک خاندان کی تعلیم ہے مگر خواتین کو ہمیشہ دوسرے درجے کا شہری بنا کر رکھا گیا، کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ پہلے لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے، لڑکوں کا بعد میں کرلیں گے۔

خواتین کی تربیت کے بغیر صالح معاشرہ کا امکان دشوار ہے

⑬ ہر قوم کی تعمیر و ترقی کا انحصار اس کی تعلیم پر ہوتا ہے، تعلیم ہی قوم کے احساس وشعور کو نکھارتی ہے اور نئی نسل کو زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتی ہے، قوم کے نونہالوں کو دین سے روشناس کرانے، تہذیب وثقافت سے بہرہ ور کرنے، خصائل فاضلہ وشمائل جمیلہ سے مزین کرنے اور صالح نشوونما میں قوم کی خواتین کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔

---

(۱) اصلاح خواتین ۲۹۱ : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا ہردوئی لکھنو)

عورت پر گھریلو ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے لیے امور خانہ داری کے علاوہ باقی کام ممنوع ہیں، بلکہ ایک مسلمان عورت ڈاکٹر، پروفیسر، عالمہ، مورخہ، شاعرہ، ادیبہ اور محققہ وغیرہ سب کچھ ہو سکتی ہے، یہ اس کا پیدائشی ورثہ ہے۔

بعض مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اپنے بیٹوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے ہیں اور بیٹیوں کو گھریلو کام کاج میں لگائے رہتے ہیں، ذہن میں بیٹی کی شادی، جہیز اور دیگر مصارف کا تصور بھی ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کی تعلیم پر خرچ کرنے سے بچتے ہیں اور انہیں بس ابتدائی دینی تعلیم تک ہی محدود رکھتے ہیں، انہیں نہ تو ملازمت کرنی ہے اور نہ ان کو کمانا ہے، اس لیے انہیں اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اگر لڑکیوں کو تعلیم کے حصول کے لیے گھر سے دور بھیجا جائے تو معاشی مسائل، ہاسٹل کی کمی، عدم تحفظ جیسے مسائل کا خوف کہ کہیں بیٹیوں کی عصمت و عفت یا پاکیزگی پر کوئی الزام نہ آجائے، اس لئے انہیں گھر کی چہار دیواری میں محفوظ رکھا جائے۔

شاعر مشرق محمد اقبال عورت کو تمدن کی جڑ قرار دیتے ہیں، ان کی رو سے اگر دیکھا جائے تو یہ جڑ ہیں یعنی "عورتوں" کی صرف نگہداشت اور دیکھ بھال تعلیم کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، اگر عورت کو تعلیم دی جائے گی تو تمدن کا درخت بارآور ہوگا وہ پھولے گا، پھلے گا، ورنہ نہیں۔

مسلم سماج میں تعلیم و تربیت کا الٹا نظام

⑭ سماج میں بیوی کی ذمہ داریاں شوہر اور شوہر کی ذمہ داریاں بیوی کے مطالعہ کرنے کا نتیجہ آئے دن گھروں کو اجاڑ دیتا ہے، شوہر حضرت فاطمہ کو اور بیوی حضرت علیؓ کو پڑھتی ہے، جبکہ بیوی کو حضرت فاطمہ کی زندگی اور شوہر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی پڑھنی چاہیئے، فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں کہ: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے ایسی کسی بھی شکل سے منع کیا ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو، یہ

ممانعت فطرتِ انسانی کا تقاضہ اور سماج میں اخلاقی قدروں کی حفاظت کے لئے ضروری ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو پوری طرح دینی باتوں سے محروم رکھا جائے، ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہ کیا جائے، انہیں اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے ناواقف رکھا جائے، صورت حال یہ ہے کہ ہمارے اجتماعات میں ماں کے حقوق اور اس کے فرائض ان مردوں کے درمیان بیان کئے جاتے ہیں، جو باپ ہوتے ہیں، بیٹیوں کے حقوق وفرائض بیٹوں کے درمیان ذکر کئے جاتے ہیں، بہوؤں کی ذمہ داریاں داماد کے سامنے ذکر کی جاتی ہیں، نکاح وطلاق کے احکام کا بڑا حصہ عورتوں سے متعلق ہوتا ہے؛ لیکن ساری گفتگو مردوں کے مجمع میں ہوتی ہے، عبادات کے بہت سے احکام خواتین کے لئے مردوں سے الگ ہیں؛ لیکن مسائل صرف مردوں کے لحاظ سے بتائے جاتے ہیں، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور وفا شعار اور جاں نثار صحابیات کے بغیر سیرت نبوی کا مضمون مکمل نہیں ہو سکتا؛ لیکن خواتین کے لئے سیرت کے جلسے نہیں کئے جاتے کہ عورتیں سنیں اور سمجھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلوک خواتین کے ساتھ کس قدر کریمانہ تھا، علماء کو، مسلم تنظیموں کو اور جماعتوں نیز دیگر مذہبی اداروں کو اس پر گہرائی سے غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں یقینی طور پر ایسی تدبیر اختیار کرنی چاہئے کہ انسانیت کے نصف حصہ (جس کو آج کل نصف بہتر کہا جاتا ہے) تک ہم اسلامی تعلیمات کو پہنچانے کی کوشش کریں"۔

⑮ پڑھنے کے لیے کوئی عمر نہیں ہوتی، علم حاصل کرنے کے لیے کوئی شرم نہیں ہونی چاہیے، سانس ہے تو چانس ہے، زندگی کی شام ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے قرآن اٹھانے کا موقع دے دیا تو اللہ کو پیار آجائے گا، لڑکھڑاتی زبان سے پڑھنے پر دوگنا ثواب ملتا ہے، پوری زندگی جہالت میں گزر گئی، جو دنیا میں اللہ کو نہیں پہچانا وہ قیامت کے دن بھی اللہ کے دیدار سے کیسے محظوظ ہوگا، پوری زندگی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقہ اور سنتیں پسند نہ ہوں تو وہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیسے پہچان سکے گا؟ جب زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پسند نہیں تھے تو قبر میں کیسے پسند آجائیں گے؟، وہ سفارش کا مستحق کیسے

بنے گا؟ وہ پل صراط پر سے کیسے گزر جائے گا؟ یہ پسند علم کے ذریعہ سے پیدا کی جاتی ہے۔

تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا

☆ نپولین کا قول ہے: ـ ’’تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا‘‘

☆ کسی عقلمند کا کہنا ہے : ـ ’’انقلابات گلی کوچوں میں نہیں بلکہ ماؤں کی گودوں میں پروان چڑھتے ہیں‘‘

☆ قوم کو بدلنا ہو تو سب سے پہلے قوم کی خواتین کو بدلنا ہوگا، جس قوم کی خواتین بگڑی ہوں وہ قوم کبھی انقلاب نہیں پیدا کر سکتی۔

تعلیم نسواں کے مفاسد کے ڈر سے ترکِ تعلیم نہیں بلکہ نظامِ تعلیم پر توجہ

بعض حضرات کی تو رائے یہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم دینا مضر ہے (کیونکہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ اور پیش خیمہ ہے، جن کا روکنا ضروری ہے) مگر اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے اپنے گھر والوں کو کھانا کھلایا، اتفاق سے بیوی بچہ سب کو ہیضہ ہوگیا، اب آپ نے رائے قائم کی کہ کھانے پینے سے تو ہیضہ ہو جاتا ہے؛ اس لئے کھانا پینا سب بند اور دل میں ٹھان لیا کہ کھانے پینے سے تو ہیضہ ہو جاتا ہے؛ کھانے پینے کے برابر کوئی چیز بری نہیں۔

(اگر مفاسد کا اعتبار کیا جائے) تو اس سلسلے میں عورتوں کی تخصیص کی بات ہے، اگر مردوں کو بھی پیش آئیں وہ بھی ایسے ہی ہوں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم سے روکا جائے اور مردوں کو تعلیم میں ہر طرح کی آزادی دی جائے؛ بلکہ اہتمام کیا جائے۔(۱)

کیا جدید عصری تعلیم سے لڑکیاں فساد سے محفوظ رہ گئیں؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ جدید تعلیم تعلیم نہیں بلکہ تجہیل ہے

---

(۱) اصلاح خواتین ۲۹۱ : ـ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگا ہردوئی، لکھنو)

اور عورتوں کے لئے تو نہایت ہی مضر ہے، یہ تعلیم تو جہالت سے بھی بدتر ہے، جہالت میں اتنی خرابیاں نہیں جتنی اس تعلیم میں ہیں، عورتوں کے لئے تعلیم کا وقت بچپن کا وقت ہے مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کوئی تعلیم دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار و نتائج ان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں پھر دوسری کوئی تعلیم ان پر اثر کرتی ہی نہیں، لڑکیوں کی مثال بالکل بھی نرم لکڑی کی سی ہے، اس کو جس صورت پر قائم کر کے خشک کرو گے تمام عمر ویسی ہی رہے گی، جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی، نئے اخلاق سکھائے گئے، نئی وضع قطع، نیا طرز معاشرت ان کی نظروں میں رہا تو وہ اسی میں پختہ ہوگئیں، بڑی ہو کر ان کی اصلاح کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ (تبلیغ)

آج کل یورپ اور امریکہ سے زیادہ عورتوں کی تعلیم میں کوئی قوم آگے نہیں مگر یورپ تو عورتوں کی تعلیم سے پریشان ہوگیا کیونکہ وہ اب مقابلہ کرتی ہیں اور مردوں کے برابر حقوق طلب کرتی ہیں، اب انکا بھی فتوی یہی ہے کہ عورتوں کو دنیا کی تعلیم نہیں دینی چاہئے (ایسی جدید تعلیم یافتہ عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ شوہروں کی نہیں بن پاتیں کہ مرد عورتوں سے خدمت لیں، روز خلع وطلاق کا بازار گرم رہتا ہے اور عورتیں ہر دن عدالت پر کھڑی رہتی ہیں پھر چاہے خطا عورت ہی کی ہو مگر فیصلہ اکثر مرد کے خلاف ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر حکام عورتوں ہی کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ (تبلیغ)

نصاب و نظام تعلیم کے ذریعہ گمراہی

نظام تعلیم اور نصاب میں تبدیلی کے ذریعہ قوم کے لڑکوں اور لڑکیوں میں تاریخ کے نام پر ہندو دیومالائی نظام کو ذہن میں کوٹ کوٹ کر بھرا جانے لگا ہے، جب بچہ شروع سے ہی مشرکانہ تعلیمات پڑھے گا تو، اس کے عقیدۂ توحید و رسالت کا کیا انجام ہوگا، ساتھ سوریہ نمسکار، سرسوتی وندنا، اور بھارت ماتا کی پوجا جیسے پروگرام کا اہتمام، گیتا کو بطور مقدس کتاب اسکولوں میں داخل نصاب کرنے کی صرف باتیں نہیں بلکہ اس کا کامیاب تجربہ کیا جانے لگا

اوراب عام مسلم بچے اسکول ٹائم کے بعد یھی شلوک گنگنانے لگے ہیں، تاریخ کو مسخ کر کے مسلم حکمرانوں کو غاصب وظالم ثابت کیا جانے لگا، اورنگ زیب، کو ملک دشمن جبکہ شیواجی جیسے باغیوں کو مہاپرُش بتلایا جارہاہے، جب بچے ایسے ماحول میں پروان چڑھیں گے تو ان کے دین وایمان پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟

عصری تعلیم گاہوں میں مسلم بیٹیوں کے ایمان کا سودا

پہلے نوجوان لڑکوں کے غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ معاشقے تبدیلیٔ دین وملت کا سبب بنتے تھے؛ مگر اب بہ کثرت عصری تعلیم حاصل کرنے والی نوجوان مسلم لڑکیوں کے سلسلہ میں ارتداد کی خبریں مسلسل گشت کررہی ہیں، معتبر اطلاعات کے مطابق کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم مسلم لڑکیوں کے درمیان ایسے طلباء تیار کرکے چھوڑے جارہے ہیں جو درحقیقت آر ایس ایس کے ایجنٹ ہیں، وہ اپنے جھوٹے عشق اور دام محبت میں الجھا کر دین سے برگشتہ کرنے کی سازش کررہے ہیں، کئی مقامات میں رونما ہونے والے واقعات نے ہر دردمند دل رکھنے والے مسلمان کو مکمل طوپر اندر سے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ دشمنان دین وملت کس طرح ملت کے خلاف مورچہ کھولے ہوئے ہیں۔ پٹنہ سے لیکر ہریدوار تک اور دہلی سے لیکر آسام تک ارتداد اور دین بیزاری کی خوفناک لہر چلائی جارہی ہے۔اسی طرح ممبئی، دہلی، حیدرآباد اور بنگلور جیسے بڑے شہروں میں دفتروں کے اندر مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے والی مسلم لڑکیوں کے سلسلہ میں بھی ارتداد کے متعدد واقعات روز بروز سامنے آرہے ہیں جو وابستگان اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ اور ہماری دینی حمیت کے لیے سوالیہ نشان ہیں۔

غیر مسلم کی ہمہ وقت صحبت ومعیت اختیار کرکے اپنے دین وایمان کو خطرہ میں ڈالنا کس قدر سنگین جرم ہے کہ ایسی بدکاری کی حالت میں دین وایمان کا سلامت رہ جانا بھی دشوار ہے، اسی حالت میں موت آجانے کی صورت میں آخرت میں جو انجام ہوگا، اس کے تصور سے

رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک مسلمان بندی اپنے خالق و مالک کے روبرو کس طرح کھڑی ہو گی اور اپنے اعمال و ایمان کا کیا جواب اس کے پاس ہو گا؟

حضرت محمد ﷺ جن کے طفیل ہمیں دین و ایمان کی دولت ملی، انہوں نے ایک ایک امتی کے لیے کیسی کیسی دعائیں کیں، مسلمان بندی ان کو کیا منہ دکھائے گی، اپنے دین و ایمان کو غارت کرنے کا کیا جواز وہ پیش کر سکے گی؟ (۱)

---

(۱) فکر و خبر، از قلم: عبد الرشید طلحہ نعمانی۔

تعلیم و تربیت یافتہ خواتین کا تذکرہ

حضرت صفیہؓ کا عمل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے زبیر بن عوامؓ پر بچپن میں بغرضِ تربیت سختی کرتیں اور تادیباً مارتی بھی تھیں، جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔(۱)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کا سبق آموز واقعہ

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ایک قصہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ میاں بیوی کے درمیان اپنے بچے کی پرورش سے متعلق اختلاف ہوا، وہ دونوں قاضی کے پاس گئے، چونکہ بچہ سمجھدار تھا، لہٰذا قاضی نے بچے کو اختیار دیا اور پوچھا کہ وہ کس کے پاس جا کر رہنا چاہے گا؟ بچے نے اپنے والد کو چُنا۔ اس پر ماں نے قاضی سے کہا کہ بچے سے یہ پوچھیے کہ اس نے والد کو کیوں چنا ہے؟ قاضی نے بچے سے سوال کیا تو اس نے کہا: ''میری ماں مجھے روزانہ تعلیم وکتابت سیکھنے کے لیے فقیہ کے پاس بھیجتی ہے، اور فقیہ غلطی پر مجھے مارتا ہے، جبکہ میرا والد مجھے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔'' "أمي تبعثني كل يوم للكتاب، والفقيه يضربني، وأبي يتركني للعب مع الصبيان۔" بچے کا یہ جواب سن کر قاضی نے ماں کے حق میں فیصلہ کر دیا اور کہا کہ تم ہی اس کی زیادہ حقدار ہو۔(۲)

امام اوزاعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

حضراتِ محدثین میں سے چوٹی کے محدث امام اوزاعی عبد الرحمٰن بن عمروؒ سے حدیث کا کوئی طالب علم ناآشنا نہیں ہوگا، سفیان ثوریؒ جیسے عظیم محدث بھی ان کے اونٹ کی

---

(۱) الاصابۃ فی تمییز الصحابۃؓ لابن حجر: ۲/ ۴۵۸، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط ۱۴۱۵ھ

(۲) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن القیم: ۵/ ۴۲۴، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ — بیروت، ط ۱۴۱۵ھ — ۱۹۹۴ء

نکیل پکڑ کر چلے ہیں۔(۱)

ان کے بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ نے ان کی پرورش کی۔ وہ ان کو لے کر مختلف شہروں کی طرف ہجرت کا سفر کرتی تھیں، تا کہ ان کا بیٹا علم حاصل کر سکے، مشہور محدث ولید بن مزید امام اوزاعیؒ کی حالت پر تعجب کیا کرتے اور فرماتے تھے: ''امام اوزاعیؒ یتیم، غریب اور ایسی عورت کے زیرِ کفالت تھے جو اُن کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے کر جاتی تھی۔''كان الأوزاعي يتيماً فقيراً في حجر امرأة تنقلهُ من بلد إلى بلد۔'' اور اپنے بیٹے سے کہتے تھے: اے میرے بیٹے! بادشاہ وسلاطین عاجز ہیں کہ اپنی ذات اور اولاد کو ایسا ادب سکھلائیں، جیسا امام اوزاعیؒ کا ادب تھا۔''يا بُني! عجزت الملوك أن تؤدب أنفسَها وأولادَها أدبَه في نفسه۔''(۲) اس طرح اسفار کی مشقت اور دیگر تکالیف برداشت کر کے اس بیوہ خاتون نے اپنے یتیم بیٹے کی ایسی تربیت کی کہ وہ آگے چل کر فخرِ محدثین بن گیا۔

امام شافعیؒ کی تعلیم وتربیت میں ان کی والدہ کا کردار

امام شافعی محمد بن ادریسؒ سے کون ناواقف ہوگا، ان کے علمی مقام کا اعتراف موافقین اور مخالفین سب کو ہے، لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ ان کی تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں ان کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ کا کتنا بڑا کردار تھا، چنانچہ علامہ ابن منظورؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے: ان کی والدہ ہی انہیں یمن لائی تھیں اور ان کو ادب سکھلایا تھا۔ ''وهي التي حملت الشافعي إلى اليمن وأدبته۔''(۳)

---

(۱) شذرات الذهب في أخبار من ذهب لابن عماد الحنبلي ۲: ۲۵۷، الناشر: دار ابن كثير- دمشق، ط: ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۵/ ۱۵۷، الناشر: دار الفکر للطباعۃ والنشر، ط ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء

(۳) مختصر تاریخ دمشق لابن منظور: ۲۱/ ۳۵۸، الناشر: دار الفکر للطباعۃ والنشر- دمشق، ط ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۴ء

امام شافعیؒ بہت چھوٹے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا، چنانچہ ان کی والدہ نے اکیلے ہی ان کی کفالت و پرورش کی اور تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی، اور پھر جب وہ کچھ بڑے ہوئے تو ان کی والدہ کو اندیشہ ہوا کہ اہلِ علم سے دور رہ کر کہیں ان کے بیٹے کو علمی نقصان نہ ہو، چنانچہ ان سے کہا: ''ألحق بأهلك فتكون مثلهم'' اپنے رشتہ داروں (قریش، جو اہل علم تھے) سے جا کر ملو، تا کہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ۔''(۱)

مالی حالات ان کے کافی کمزور تھے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ کی والدہ کے پاس معلم کو دینے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا، جیسا کہ امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے: میں اپنی والدہ کی پرورش میں یتیم تھا، اور ان کے پاس معلم کو دینے کے لیے کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ ''كنت يتيما في حجر أمي، ولم يكن معها ما تعطي المعلم۔''

لیکن آفرین ہو اس ماں پر، اپنے بیٹے کے تعلیمی سفر کے اخراجات پورے کرنے کی خاطر اپنا گھر گروی رکھ دیا، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: میری والدہ کے پاس مجھے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، جسے میں سفر پر لے جاتا، چنانچہ انہوں نے سولہ ۱۶ دینار پر اپنا گھر گروی رکھا، اور وہ رقم مجھے دے دی۔ ''ولم يكن عند أمي ما تعطيني أتحمل به، فرهنت دارها على ستة عشر ديناراً، ودفعتها إلي۔'' (مختصر تاريخ دمشق لابن منظور: ۲۱/ ۳۶۰) پھر دنیا نے دیکھا کہ اس تعلیم و تربیت کا نتیجہ ایک بہت بڑے فقیہ اور امام کی صورت میں نکلا، جس کی تعلیمات سے امت آج تک مستفید ہو رہی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم و تربیت میں ان کی والدہ کا کردار

مشہور و معروف محدث و فقیہ امام احمد بن حنبلؒ کی تعلیم و تربیت میں بھی ان کی والدہ کا خصوصی کردار رہا ہے۔ ان کے والد محمدؒ کا جوانی میں تقریباً تیس سال کی عمر میں انتقال

(۱) سیر أعلام النبلاء للذہبی ۱۰/ ۱۰، الناشر: مؤسسة الرسالة — بیروت، ط ۱۴۰۵ھ — ۱۹۸۵ء

ہوگیا تھا، چنانچہ ان کی والدہ صفیہ نے ہی ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف دھیان دیا۔(۱)

امام احمد بن حنبلؒ نے تعلیم کی غرض سے محدثین کے پاس جانا شروع کیا تو وہ صبح سویرے اٹھتے تھے تو ان کی والدہ بھی ان کے لیے جاگ جاتی تھیں۔ اور بسااوقات وہ رات کے آخری پہر میں اٹھ کر درس کے لیے جانا چاہتے تو اس وقت بھی ان کی والدہ بیدار ہو جاتیں، اور اپنی مامتا سے مجبور ہو کر بیٹے کو صبح ہونے تک روکتی تھیں، چنانچہ امام احمدؒ فرماتے ہیں: بسااوقات میں طلبِ حدیث کے لیے جلدی جانا چاہتا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ کر کہتیں : (تھوڑی دیر ٹھہرو) یہاں تک کہ لوگ اذان دے دیں، یا صبح کا اجالا ہو جائے۔

”کنت ربما أردت البکور إلی الحدیث، فتأخذ أمي ثیابي
وتقول: حتی یؤذن الناس، وحتی یصبحوا۔“(۲)

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ نے دو موتی سنبھال کر رکھے تھے، چنانچہ جب امام صاحبؒ بڑے ہوئے، اور تعلیم کے سلسلے میں اخراجات کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے وہ دونوں موتی اپنے بیٹے کے سپرد کر دیئے، جنہیں امام احمدؒ نے تقریباً تیس دراہم کے عوض فروخت کیا۔(۳)

امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ ذی شعور تھیں، انہیں معلوم تھا کہ طلبِ علم کے لیے پُرخطر اور بڑے بڑے اسفار کرنے پڑتے ہیں، لیکن بہتر یہی ہے کہ طالبِ علم پہلے اپنے نزدیک اور قرب وجوار میں موجود مشائخ واساتذہ سے علم حاصل کرے، چنانچہ وہ بھی اپنے بیٹے کو پُرخطر سفر کرنے سے روکتی تھیں، اور امام احمدؒ بھی ان کی بات تسلیم فرماتے تھے۔

---

(۱) سیر أعلام النبلاء للذہبی: ۱۱/ ۱۷۹

(۲) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب: ۱/ ۱۵۱، الناشر: مکتبۃ المعارف، الریاض)

(۳) سیر أعلام النبلاء للذہبی: ۱۱/ ۱۷۹

چنانچہ ایک مرتبہ مشہور محدث جریر بن عبد الحمیدؒ بغداد آئے تو امام احمدؒ سمیت دیگر طلبہ نے بھی ان سے استفادہ کیا، پھر جب وہ محدث دریائے دجلہ کی طغیانی سے بننے والی ایک بڑی نہر عبور کر کے شہر کے مشرقی جانب گئے تو بعض حضرات نے امام احمدؒ سے وہاں جانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: ''أُمي لا تدعني''(۱) یعنی ''میری والدہ مجھے اجازت نہیں دے گی۔'' امام احمد بن حنبلؒ کی والدہ کی اس بہترین تربیت اور شعور و فراست کی وجہ سے امام احمدؒ نے آگے چل کر جو بلند مقام حاصل کیا، وہ کسی سے مخفی نہیں ہوگا۔

علامہ ابن ہمامؒ کی تعلیم و تربیت میں ان کی نانی کا کردار

علامہ ابن ہمام محمد بن عبد الواحدؒ ایک مضبوط استعداد والے فقیہ اور محدث تھے، بڑے بڑے حضرات نے ان کے تبحّرِ علمی کی گواہی دی ہے، اور ان کی کتاب ''فتح القدیر'' اس پر شاہدِ عدل ہے، علامہ ابن ہمامؒ کی تعلیم و تربیت میں ان کی نانی کا بہت بڑا کردار رہا ہے، اور وہ خود بھی ایک نیک خاتون تھیں۔ قرآن پاک کا بڑا حصہ انہیں یاد تھا۔

چنانچہ علامہ ابن ہمامؒ اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنی نانی کے زیرِ کفالت و تربیت رہے، ان کی نانی انہیں اپنے ساتھ اسکندریہ سے قاہرہ لے آئیں، تاکہ وہ اچھی طرح علم حاصل کر سکیں، چنانچہ یہاں آ کر علامہ ابن ہمامؒ طلبِ علم میں مشغول ہوئے اور قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دوبارہ ان کی نانی انہیں اسکندریہ لے آئیں، جہاں انہوں نے مزید تعلیم حاصل کی، اور بڑے مشائخ و اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیے۔(۲) اس عمر رسیدہ خاتون کو تو بعد میں آنے والوں نے بھلا دیا۔ کم ہی لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وقت کے بڑے محدث و فقیہ ابن ہمام کی شخصیت سازی اور تربیت میں ان کی عمر رسیدہ نانی کا

---

(۱) تاریخ بغداد للخطیب: ۷/۲۶۶، الناشر: دار الکتب العلمیۃ - بیروت، ط۷ ۱۴۱ھ

(۲) الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوي ۸/۱۲۷، الناشر: دار الجيل، بيروت

بڑا کردار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کئی مشہور فقہاء ومحدثین اور دیگر اکابرین امت کی تعلیم وتربیت میں خواتین کا اہم اور نمایاں کردار رہا ہے، وہ خود گمنام رہیں، لیکن انہوں نے امت کے لیے کئی رہنما و پیشوا تیار کیے، جنھوں نے مسلمانوں کے لیے دینی، علمی، سماجی اور ملّی خدمات انجام دیں، لہٰذا دورِ حاضر میں ایسی رجال ساز خواتین کا تذکرہ لوگوں کے سامنے پیش کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے، تاکہ عہدِ حاضر کی مسلمان عفت مآب خواتین بھی ان کی پیروی کر کے ایک فرد کے بجائے رجالِ کار تیار کریں۔(۱)

حضرت مفتی شفیع صاحب کی والدہ

حضرت مفتی شفیع صاحب کی والدہ محترمہ سادات میں سے تھیں، اور غالباً وہ حضرت گنگوہی سے بیعت تھیں، بیوہ ہو جانے کے بعد تاحیات اپنے سعادت مند بیٹے کے ساتھ رہیں، لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھیں، مگر نماز روزہ اور عبادات کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں، ضروری کاموں سے فراغت کے بعد بیشتر وقت ذکر اور نماز میں یا نماز کے انتظار میں گزرتا تھا، سامنے گھڑی رکھی رہتی اور بار بار ان کی نظریں اسی طرف اٹھتی تھیں، جب بینائی بہت کمزور ہو گئی تو ہم میں سے جو سامنے سے گزرتا اس سے پوچھتیں رہتی ”بیٹے! کیا بجا ہے؟ اذان میں کتنی دیر ہے؟“ کثرت ذکر کی وجہ سے آخر حیات میں یہ حال ہو گیا تھا کہ باتیں کر رہی ہوں یا خاموش لیٹی ہوں، ہر سانس کے ساتھ اندر سے خود بخود ”اللہ اللہ“ کی آواز آتی رہتی تھی، جس کا احساس انہیں ہو یا نہ ہو مگر ہم سب اہل خانہ ہمیشہ اس کا مشاہدہ کرتے تھے۔(۲)

بعض مرتبہ ماں تعلیم یافتہ نہیں ہوتی ہے؛ مگر خاندانی تربیت یافتہ ہوتی ہے، جس کے نتیجہ بچوں کی بہترین تربیت ہوتی ہے۔

(۱) ماخوذ: ماہنامہ بینات، رجب المرجب ۱۴۴۴ھ-فروری 2023ء

(۲) البلاغ مفتی اعظم نمبر: ۱/۸۷

لڑکیوں کو دینی تعلیم نہ ہونے کے نقصات

مسلم خواتین کی دینی معلومات سے دوری کا عالم

① خواتین کو قرآن وحدیث کے مطالعہ کی فرصت نہیں؛ سیرتِ رسول ﷺ کی موٹی موٹی باتیں معلوم نہیں، طہارت وعبادت بالخصوص نماز کے مسائل سے تشویش ناک حد تک ناواقفیت، حقوقِ والدین، حقوقِ زوج اور دیگر چھوٹے بڑے افرادِ خانہ کے حقوق سے غفلت، مضبوط دینی تعلیمات سے لاعلمی نے ساس بہو کے جھگڑے پیدا کر دیے، طلاق کی شرح میں اضافہ کر دیا، بڑے بوڑھوں کی خدمت کو کارِ ثواب کے بجائے کارِ زحمت بنا دیا، امورِ خانہ داری انجام دینے کے بجائے، آفس، ہوٹلوں اور ہسپتالوں میں (Reception) رسپشن کی زینت بنا دیا، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے بدلے، لڑائی جھگڑے کے طور طریقے سکھلا دیے، زندگی کے ہر موڑ پر اسلامی روح تڑپتی نظر آتی ہے دینی تعلیمات کا زندگی میں نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

جاہل عورتوں کو نہ کفر وشرک کی کچھ تمیز ہے، نہ دین وایمان سے کچھ واقفیت، اللہ اور رسول کے مرتبہ ومقام سے ناواقف بعض اوقات شانِ خداوندی میں بڑی گستاخی وبے ادبی سے گلے شکوے کرتی رہتی ہیں۔ شانِ پیغمبری میں بڑی بے باکی سے زبان طعن دراز کرتی ہیں، احکامِ شرعیہ کی حکمت اور افادیت سے واقف نہ ہونے کی بنا پر اُلٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں، اس کے برعکس ہر طرح کے فیشن، بے حجابی وعریانی اور فضول رسم ورواج کے پیچھے بھاگتی ہیں، اولاد وشوہر کے بارے میں طرح طرح کے منتر جھاڑ پھونک اور کالے علم میں ملوث ہوتی رہتی ہیں، شوہروں کی کمائی اسی طرح کے غلط اور باطل کاموں میں ضائع کر دیتی ہیں، شوہر سے ان کی بنتی ہے نہ سسرالی رشتہ داروں سے، انہیں اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حق حقوق کی ذرا خبر نہیں ہوتی، اس کے برعکس لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ، زبان درازی ولعن طعن کر کے سب سے بگاڑ کر خوش رہتی ہیں، زیور، کپڑے کے ناجائز مطالبوں سے ہر وقت شوہر کا ناک میں دم کئے رکھتی ہیں، بالآخر اس کو حرام کمائی میں

ملوث کر کے چھوڑتی ہیں، وقت کی بھی ان کو قدر نہیں ہوتی، فضول باتوں میں، لعن طعن میں، غیبت اور گالم گلوچ میں سارا وقت برباد کر دیتی ہیں۔

شوہر، بچے، گھر، اللہ کی دی ہوئی نعمتیں، کسی بھی بات کا ان کو احساس نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی قرآن پاک کے الفاظ میں خَسِرَ الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ کا مصداق ہوتی ہے، یعنی ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہوگئی، اس طرح کی خواتین یقینا معاشرے کی تباہی و بربادی کا ہراول دستہ ثابت ہوتی ہیں کہ اپنی گودوں میں پلنے والی اولاد کی تربیت ہی نہ کر سکیں، جیسی گنوار خود تھیں، ان کی اولاد یعنی نسل نو بھی اسی طرح گمراہ، جاہل اور گنوار ثابت ہوئی، اس طرح وہ قوم کو جرائم کی دلدل میں پھنساتی چلی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس علم دین رکھنے والی خاتون صحیح اور غلط، حق اور باطل، جائز اور ناجائز کی حدود کو جانتی اور پہچانتی ہے اور وہ اپنی زندگی کے پیش آمدہ مسائل کو خوش اُسلوبی سے نمٹا لیتی ہے۔ یہ علم دین اس کو شائستہ اور مہذب بناتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بھی صالح تربیت کر کے صالح معاشرہ تعمیر کرنے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔

دیہاتی خواتین کے ناگفتہ بہ حالات

⑵ دیہاتوں میں رہنے والے مسلمان عورتیں بنیادی عقائد، اور مبادیات سے بھی ناواقف ہوتی ہیں، ہندوانہ ماحول کی وجہ سے اپنی تہذیب اور شناخت کھو چکی ہیں، غیروں کے مذہبی تہوار میں شرکت رواداری و ہمدردی شمار ہوتی ہے، مسجد کے ساتھ مندر جانا عام بات ہے، گھر میں کعبۃ اللہ اور ہنومان، رام وغیرہ کی تصویر بھی برابر ہوتی ہے، ناموں میں بھی فرق نہیں کیا جا سکتا، مزید برآں باطل تحریکات بالخصوص عیسائیت و قادیانیت کی مسلسل محنتیں کریلا نیم چڑھا کا مصداق ہے، دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے تو پاکستانی فتنہ بھی ہند کے گاؤں دیہات میں بھی پایا جانا آسان ہوگیا، ہر دن شہر، ضلع اور دیہات میں نت نئے فتنے حنیفیت، مہدویت، فیاضیت، دین دار انجمن، گوہر شاہی وغیرہ مسلمانوں کے

ایمان کو غارت کرنے میں لگے ہیں۔

☆ دیہی خواتین شوہر کے ساتھ کام کرنے کھیت کھلیان چلی جاتی ہیں، کبھی علیحدہ کام پر لگی رہتی ہیں، اولاد کی تربیت کے اصول، پردے کی پابندی، نماز کا اہتمام، تعلقات میں احتیاط، آپسی تنازعات، چھوٹی باتوں پر گلی اور سڑک پر جھگڑے۔

☆ روز بروز دیہاتوں کی دینی حالت نہایت ابتر و پستی کا شکار ہوتی جارہی ہے، دینی کمزوری کا احساس اور شعور تک لوگوں میں مفقود ہو چکا ہے، کئی جگہ دیہاتوں میں مسلمانوں کے گھروں میں سیتا رام، گنیش، ہنومان وغیرہ کے بت رکھے ہوئے ہیں، اور بعض جگہ کی مسلمان عورتیں مندروں اور بت خانوں میں اپنی حاجات وضروریات کا حل تلاش کرنے کے لیے جارہی ہیں، وہ ان بتوں کے ساتھ وہی معاملہ کررہی ہیں جو ہندو قومیں کرتی ہیں، ان کو حاجت روا سمجھ کر ان سے مانگ رہی ہیں، ان کی خوشنودی پانے کی غرض سے منتیں مانگ کر چڑھاوے چڑھارہی ہیں، شرکیہ تعویذ گنڈوں میں پھنسی ہوئی ہیں، پنڈتوں اور پجاریوں سے شرکیہ تعویذ گنڈے اور کالے اور زرد رنگ کے دھاگے لے کر اپنے گلے اور ہاتھوں پیروں میں باندھ رہی ہیں، بتوں کی تصویروں والے لاکٹ گلے میں پہن رہی ہیں اور اپنی اولاد کو شرکیہ امور میں مبتلاء کر رہی ہیں، مصیبتوں سے نکلنے کی امید پر شرک جیسی مصیبت میں مبتلاء ہورہی ہیں۔

☆ دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے نہ خوفِ الٰہی، نہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پاکی صفائی کا اہتمام اور نہ نماز کی پابندی، قرآن شریف پڑھنا تو دور کلمہ طیبہ بھی نہیں جانتیں۔

☆ معاشرتی مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے ہر آئے دن جھگڑوں کا بازار گرم رہتا ہے، گھر کے افراد ہی ایک دوسرے کے دشمن و بدخواہ بنے رہتے ہیں۔

☆ رسم و رواج کی پابندی شریعت کی پابندی سے زیادہ، خواہی نخواہی رسم کو دین کا نام دے کر انجام دینا خواہ قرضدار ہونا پڑے، ناک بچانے کی خاطر گلے کٹوانے تیار ہو جاتی ہیں مسنون نکاح کو عیب سمجھنا، شادی بیاہ کے رسومات کے بوجھ کو بخوشی گوارا کر لینا، باہمی لڑائیاں

،شکوے شکایتیں،گھریلو ناچاقیاں،شوہر کی ناشکری ، اسراف وفضول خرچی ، ریاء ونمود ، بدفالی اورنحوست کاتصور، بے پردگی ، بلاضرورت قرض لینا،کفار سے مشابہت،مہر کی گرانی ،جہیز کے مطالبات کتنے والدین کاجینادوبھر کردیا ہے،کمال، وجمال،حسب ومنال کے باوجود کتنے گھر اجڑ گئے،کتنی لڑکیاں کنواری بن بیاہی جی رہی ہیں،اور کتنے جسم فروش بن گئے۔

☆ حضرت تھانوی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ’’ پرانی بوڑھیاں رسموں کے معاملے میں گویا شیطان کی خالہ ہوتی ہیں‘‘لہذا اگر عورت کو اسلامی معاشرات کی تعلیم دی جائے تو عورتیں غیر اسلامی رسم ورواج ،تہذیب اورفیشن کے نام پرنقالی کی لعنت سے بچ جائیں گی۔

☆ معاملات کے مسئلہ میں دیندارلوگ بھی بے دین نظر آتے ہیں،سارے دینداروں کی دینداری نکاح وتقسیم جائداد پرختم ہوجاتی ہے،؛ نکاح ،طلاق ،خلع ،حضانت ،حقوق متعلقہ، خریدوفروخت،باہمی ازدواجی زندگی،میکہ اورسسرالی حقوق کی پامالی۔

☆ صبر،شکر،نرمی،عفوودرگزر،ضرورت مندوں کاخیال،عیب کی پردہ پوشی،رشتہ نبھانا ،شوہر کی اطاعت،حسن سلوک،بچوں کی تعلیم وتربیت،رشتہ داروں کے حقوق،باہمی لڑائیاں، جھگڑے،حسداورریاکاری ظلم وزیادتی وغیرہ اوراخلاقی خرابیوں کی اصلاح ہوجائے گی، دینی تعلیم کے ذریعہ عقائد،عبادات،معاملات،اخلاقیات،معاشرت، درست ہوجائیں گے۔

مسلمان لڑکیوں کے ارتداد کا حال

(۳) جن حالات سے ہم اور ہماری نوجوان بیٹیاں گزررہی ہیں افسوس کے تاریخ کا وہ بدترین اورسیہ ترین باب ہے،اسلام دشمن طاقتوں نے جہاں ہرطرف سے اسلام اورمسلمانوں کو دہشت گردکہ کر دہشت زدہ کررکھاہے،وہیں ایک تازہ محاذ نیاہتھیار’’محبت کی جنگ‘‘ کا کھول رکھاہے،جس میں وہ اپنے بے حیااورعیاش نوجوانوں کے ذریعہ ہماری بیٹیوں کا پیارکااغواءکوانجام دے رہے ہیں۔

یہ خیال نہ کریں یہ صرف ان گھرانوں کا حال ہے جن میں پہلے ہی سے بے دینی عام

ہوگی، بڑے بوڑھے تک نماز روزہ سے اور مذہب سے بیزار ہوں گے، اللہ اور رسول سے محض نام کی حد تک تعلق ہوگا اور بقیہ پورے دین سے ناآشنائی ہوگی، یہ بالکل غلط خیال ہے ،جولوگ حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان لڑکیوں میں سے بعض کا ان مسلم گھرانوں سے تعلق ہے جو بڑے دین دار شمار ہوتے ہیں، گھر کے بوڑھے تو بوڑھے نوجوان تک دین دار، داڑھی، نماز باجماعت کا اہتمام کرنے والے ہیں؛ بلکہ بعض واقعات تو ایسے گھرانوں سے متعلق ہیں کہ جو دن رات اللہ رسول کے تذکروں سے معمور رہتے تھے، جن کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس قدر غفلت اور لاپروائی! میں گھر والے اپنی اولاد کی طرف سے برتتے ہوں گے۔

مسلم لڑکیوں کی بے دینی کا حال

④ امت مسلمہ کی نوجوان لڑکیاں اس وقت دین بیزاری کا جس تیزی کے ساتھ شکار ہورہی ہے اسے دیکھ کر بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی تباہی کے سارے سامان اکٹھے کرلیے ہیں، بے حیائی اور فحاشی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، سیلفون کا آزادانہ استعمال، شرم وحیا کی ساری حدوں کو توڑ رہا ہے، حتی کہ کمسن بچوں تک فحاشی کے سیلاب میں بہتے چلے جارہے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے سیلفون کے عادی ہوچکے ہیں، جوان لڑکے اور لڑکیاں رات رات بھر اپنے موبائل پر دنیا بھر کی غلاظتوں میں غوطہ زن رہتے ہیں، سیلفون کا فتنہ کالجوں میں زیر تعلیم مسلمان بچیوں کی نہ صرف چادرِ عصمت کو تار تار کررہا ہے بلکہ انہیں دین وایمان کی متاعِ عزیز سے بھی محروم کررہا ہے، تعلیم یافتہ مسلم لڑکیوں کے غیر مسلم نوجوانوں کے ساتھ شادی رچانے کے واقعات تھمنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، شاید ہی کوئی مہینہ ایسا گزرتا ہو جس میں کسی نہ کسی مسلم لڑکی کے اپنے غیر مسلم دوست کے ساتھ فرار ہونے کا سانحہ نہ پیش آتا ہو۔

مسلم لڑکیوں کی وضع قطع کا حال

③ وضع قطع اور لباس و پوشاک کے حوالہ سے ہماری مسلم لڑکیاں ساری حدوں کو پار کرتی جارہی ہیں، اسلامی وضع قطع سے بیزاری اور دشمنان اسلام کی نقالی فیشن کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، جب کہ اسلام ایک مستقل دین اور مکمل تہذیب ہے، اس کا اپنا طرز معاشرت اور لباس و وضع قطع کا اپنا نظام ہے، جو سب سے پاکیزہ اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہے، اسلام کسی مسلمان کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ وضع قطع میں دیگر شیطانی تہذیبوں کی نقالی کرے، خواتین اور لڑکیاں بھی بطور فیشن اپنے بال کٹوایا چھوٹے کروا رہی ہیں، خواہ سامنے سے ہو یا دائیں بائیں یا پیچھے کی جانب سے، جب کہ کچھ لڑکیاں اپنے بالوں کو کم کر کے لڑکوں سے مشابہت کی کوشش کر رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے لباس اور وضع قطع میں مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے : عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں : اللہ کے نبی ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے : انھیں (نبی ﷺ نے ان کے شر سے لوگوں کو بچانے اور گھروں کی پاکیزگی اور عفت کے تحفظ کے لیے انھیں گھروں اور شہروں سے نکال باہر کرنے کا حکم دیا ہے کہ) اپنے گھروں سے نکال دو۔ وہ کہتے ہیں : چنانچہ نبی ﷺ نے فلاں کو اور عمر رضی اللہ عنہ ۔ نے فلاں کو نکال دیا۔

"لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ المخَنَّثِينَ من الرجال، والمترَجِّلاَتِ من النساء، وقال: أخرجوهم من بيوتكم، قال :فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فلانًا، وأَخْرَجَ عُمَرُ فلانًا" (۱)

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۹۴)

مسلم لڑکیوں کی تہذیب کا حال

⑤ کالج میں زیر تعلیم مسلمان بچیاں بری طرح سے تہذیبی ارتداد کا شکار ہو رہی ہیں اور اسلامی تہذیب سے کنارہ کش ہو کر مغربی طور وطریقوں کو گلے لگا رہی ہیں، گھروں سے برقعہ پہن کر نکلا جاتا ہے جب کہ برقعہ کے اندر جنس، پینٹ اور ٹی شرٹ ہوتا ہے، کالج پہونچ کر برقعہ لپیٹ دیا جاتا ہے، بلکہ لڑکیاں جینس، ٹی شرٹ میں ملبوس مکمل لڑکوں والا حلیہ بنائے خود پر فخر محسوس کرتی ہیں، اور اسلامی لباس والی لڑکیوں کو چھیڑانے لگتی ہیں، ظاہر ہے کہ لباس آدمی پر اپنا اثر چھوڑتا ہے، کالج کے مخلوط ماحول میں مسلم لڑکیوں کا یہ طرز عمل انھیں تباہی کے دہانے پر پہونچا رہا ہے۔ بہت سی بچیاں اپنی بھوؤں کو خوبصورت بنانے کے لیے آئی بروں کے ذریعہ آس پاس کے بال تراش کر بھوؤں کو کمان کی طرح بارک کرتی ہیں، ابرو نوچ یا تراش کر باریک سی لکیر بنا لینا یا دونوں بھوؤں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنا خلقت خداوندی میں تبدیلی پیدا کرنا ہے جو شرعا درست نہیں۔ بہت سی لڑکیوں میں وِگ یعنی مصنوعی بالوں کی ٹوپی لگانے کا بھی رواج بڑھ رہا ہے، اس طرح کی ٹوپیاں بعض عارضی ہوتی ہیں اور بعض دائمی، حدیث شریف کی رو سے دونوں ممنوع ہیں، حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بال جوڑنے اور جڑوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

"لعن الواشمات والمستوشمات، والمتنمصات، مبتغيات للحسن مغيرات خلق الله ، قال :هذا حديث حسن صحيح"(۱)

مسلم لڑکیوں میں فیشن پرستی کا رجحان

⑥ لڑکیوں کو لڑکے کے شانہ بشانہ ترقی کرنے کی خواہش بے قرار رکھتی ہے، وہ ہر کام

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۴۸۸۸

میں مردوں کی نقالی کرتی ہیں اور آہستہ آہستہ اپنی نسوانیت کھوتی جارہی ہیں، اب تو اس فیشن کی وجہ سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی۔

آرائش وزیبائش کی جدید ترین مصنوعات کو سرمایہ داروں نے اس قدر فروغ دیا کہ اب وہ گھر کے بجٹ کا لازمی جزو بن گیا۔ اس سے عورتوں کی دلنوازی اور کشش غیر فطری حد تک بڑھی اور سوسائٹی میں ایک عورت کو دوسری سے زیادہ پرکشش بننے کا شوق ہوا جس نے مردوں کے جذبات میں اس قدر ہیجان برپا کیا کہ انھوں نے اپنے لذت کی حصولیابی کے لئے عورتوں کو ہوٹلوں، کلبوں، رقص گاہوں اور فن کے نام پر ممتاز جگہ دی اور ان سارے حجابات کو اٹھا کر رکھ دیا جو عورت اور مرد کے درمیان پاکیزگی، احترام اور تقدس کا درجہ رکھتے تھے۔

اسلام نے طرز زندگی اپنانے میں جو حدود و قیود مقرر کی ہیں ایک مسلمان ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ جبکہ فیشن حدود و قیود سے آزاد ہوتا ہے۔ پہلے جن چیزوں کو لوگ اپنانے سے ہچکچاتے تھے، فیشن کے نام پر ان کو بلا تکلف اختیار کرلیا جاتا ہے۔ اگر فیشن پرستی کی پٹی آنکھوں سے اتار کر دیکھیں تو واضح ہوجائے گا کہ اس فیشن کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کے اندر سے شرم وحیا کو ختم کر کے بے حیائی کو فروغ دیا جائے۔ بقول اقبال ؎

وہ حیا جو کل تلک تھی مشرقی چہرے کا نور لے اُڑی اس نکہتِ گل کا یہ تہذیب فرنگ

آج کی نسل پر مغربی تہذیب کا غلبہ اس قدر ہے کہ خاندانی نظام کے ساتھ وہ سارے رشتے بھی بے معنی ہو گئے ہیں جن رشتوں کے سہارے ہمیں اپنے دکھ سکھ میں بہترین رفیق مل جاتے ہیں جو بے ضرر، غمخوار اور بے غرض دوست ہوتے ہیں، خاندانی نظام کے ختم ہوتے ہی ان رشتوں کی رفاقت ومحبت سے انسان محروم ہوجاتا ہے۔

مسلم لڑکیوں میں ٹیٹو بنوانے کا رواج

⑦ جسم پر ٹیٹو بنوانے کا رواج بھی مسلم لڑکوں اور لڑکیوں میں خوب عام ہو رہا ہے، کوئی جسم پر پھول وغیرہ کا ڈیزائن بنواتا ہے تو کوئی جاندار کی تصویر بناتا ہے، گال اور ہونٹ پر

مصنوعی تل بنانے کا رواج بھی ہمارے نوجوانوں میں خوب عام ہو رہا ہے، آرٹیفیشل (artificial) میل داغ دے کر تل بنائے جاتے ہیں یا سوئی سے سوراخ کر کے سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیا جاتا ہے، یہ سب تغیر خلق اللہ ہے اور ممنوع ہے، حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ گودنے والیوں اور گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں اور نچوانے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الوَاشِمَاتِ وَالمسْتَوْشِمَاتِ وَالمتَنَمِّصَاتِ مُبتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللّٰهِ"(۱)

مسلم لڑکیوں میں منشیات کا رواج

⑧ اس وقت ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ اگر کسی چیز کا خطرہ نوجوانوں پر منڈلا رہا ہے تو وہ منشیات اور نشیلی اشیاء ہیں، تعلیمی اداروں میں منشیات کا استعمال اب ایک فیشن بنتا جا رہا ہے، منشیات کے عادی صرف نوجوان لڑکے ہی نہیں ہیں بلکہ عصری اداروں میں زیر تعلیم بچیوں کی بڑی تعداد بھی اس لت کا شکار ہے، چند ماہ قبل اخبارات نے حیدرآباد کے اُن اسکولوں کی نشاندہی کی تھی جہاں طلبہ کثرت سے منشیات کا استعمال کرتے ہیں، نوجوانوں میں تمباکو، چرس، گانجہ، افیوم، شراب اور جدید قسم کی منشیات عام ہیں، افسوس ہے کہ جن اداروں میں مستقبل کے معمار تیار ہوتے ہیں اور جہاں ملک کا روشن مستقبل پروان چڑھتا ہے، اب وہاں منشیات نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں، اقوام متحدہ کے عالمی ادارے صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں ۳۷ کروڑ سے زائد افراد اس وقت مختلف اقسام کی منشیات استعمال کر رہے ہیں اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، عالمی ادارے صحت کے مطابق ہر سال ۴۰ لاکھ افراد

---

(۱) سنن ترمذی، حدیث ۲۷۸۲:

منشیات کے استعمال کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں،اس صورت حال کاافسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ وبا تعلیمی اداروں کو تیزی کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لیتی جارہی ہے،دہلی کے اسکولوں کے سروے کے مطابق دس سال سے لیکر ۱۴ سال کے تقریبا ۱۶ فیصد سے زائد بچے کسی نہ کسی نشے کا باضابطہ طورپر استعمال کرتے ہیں،تازہ ترین خبروں کے مطابق راجیہ سبھا میں سماجی انصاف کے وزیر نے یہ قبول کیا کہ نئی نسل میں نشہ کے استعمال کی بڑھتی ہوئی چلن سے سرکار فکرمند ہے،اوراس نے ملک کے ۱۹۵/اضلاع میں دس سال کی عمر سے لیکر ۶۵ سال کی عمر کے لوگوں میں نشیلی اشیاء کے استعمال کے سلسلے میں سروے کروانے کا فیصلہ کیا ہے،تاکہ اسے روکنے کے لیے سرکار کوئی معقول لائحہ عمل بنا سکے،ایک بین الاقوامی سروے کے مطابق پنجاب میں ۲۲ فیصد،ہریانہ میں ۱۶ فیصد اور دہلی میں ۲۴ فیصد نوجوان نشے کا شکار ہیں،نشے کی لت سے بچوں کی صحت اور تعلیم دونوں متأثر ہورہے ہیں،حیدرآباد اور اس جیسے بڑے شہروں میں حقہ پارلر کا سلسلہ بھی خوب پنپ رہا ہے،جس میں لڑکے اور لڑکیاں مخلوط ماحول میں بے حیائی کا خوب مظاہرہ کرتے ہیں۔

مسلم لڑکیوں میں ناچ گانے کارواج

انگریزوں کو اپنی ڈیڑھ سو سالہ دور میں کبھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس ملک کے باشندوں کی معاشرت میں براہ راست دخل دے سکیں،کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ایک نہایت نازک مسئلہ ہے جولوگوں کی غیرت وحمیت کو بھڑکا دینے والا ہے،اس لئے انھوں نے مسلم معاشرہ میں ہر جگہ مخلوط تعلیم میں اضافہ کیا،ہر جگہ رقص وسرور کی محفلیں کثرت سے منعقد کرائیں، اندرون ملک ثقافتی سرگرمیوں کے ذریعہ بے حیائی کو عام کیا،ہر ملک میں آرٹ کونسلوں کے نام سے ناچنے گانے کے ادارے قائم کئے گئے جن کے سرپرست سرکاری حکام تک بن گئے۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ پر کچھ صرف کرنے کے بجائے بھاری رقوم آرٹ (ART) کونسلوں جیسے اسلامی تہذیب کے منافی اداروں پر کی جانے لگی،معصوم لڑکیوں اور

لڑکوں کو ہر جگہ ناچ گانے کی تعلیم دی جانے لگی اور موقع بے موقع ڈراموں کے ذریعہ لڑکوں اور لڑکیوں کو ایسے کاموں کی تعلیم وترغیب دی جانے لگی جو حیا سوز بھی تھے اور اخلاق سوز بھی، انتہا یہ کہ جا بجا تعلیمی نصاب کو بھی اس طرح مرتب کیا گیا کہ اس میں ناچ گانے اور ثقافتی سرگرمیوں کی گنجائش رکھی گئی تا کہ اگر موقع مل جائے اور یہ قوم اگر ان سرگرمیوں کو برداشت کرلے تو پھر آہستہ آہستہ انھیں پوری طرح سے شرم وحیا اور اخلاق وآداب اور اسلامی جذبات و حسیات سے عاری کر دیا جائے، ان سرگرمیوں کے نتیجے میں مسلم معاشرے میں ہر جگہ غنڈہ گردی، بداخلاقی، فحش کاری اور طلاق کے واقعات بڑھ گئے اور محسوس ہونے لگا کہ مسلمانوں کے بڑے لوگوں نے حکومت کی قوت، دولت اور اثر ورسوخ کو جن کاموں پر صرف کیا تھا اب اس کے نتائج برآمد ہونے لگے ہیں۔(۱)

عورتوں میں اسراف کا مرض

ہر عورت کو اپنے شوہر کی کمائی کا علم ہوتا ہے، الا ماشاءاللہ ہزار میں کسی ایک عورت کو علم نہیں ہوگا، مگر اسکے باوجود معاشی نظام تتر بتر ہوگیا، خواتین خواہشات کے لئے سودی قرضوں میں مبتلاء ہیں، برقعہ پوش عورتیں غیروں کی دوکانوں اور مکانوں کے چکر کاٹ رہی ہیں، یہ نوبت اس وجہ نہیں کہ مرد کی کمائی نہیں ہے بلکہ عورتوں میں اسراف کی بیماری آگئی ہے، غیر ضروری اشیاء کی خریداری، کبھی نہ کبھی کام آئے گا کی چکر میں سب کچھ ختم کر دینا، کوئی مال کی منڈی خالی نہیں جانا، گھر کے سامنے سے کپڑے والا خالی نہیں جانا، چادر دیکھ کے پیر پھیلانا چاہئے، ورنہ سودی قرضے عزت داؤ پر لگا دیتے ہیں، سودی قرض کے راستے ہماری عورتوں نے مضبوط کر رکھا ہے، جس سے مردوں کی کمائی کی برکت ختم ہوگئی۔

(۱) ازقلم: ڈاکٹر محمد رضا۔

خواتین کا ماضی و حال

زندگی میں دو چیزوں سے سکون آتا ہے، پہلی چیز آپس کے حقوق جان کرادا کرنا، دوسری چیز معاشی سہولت اور فراخی کا حاصل ہونا، اس کے بغیر پریشانی کی زندگی گزارتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے اس وقت اتنا پیسہ امت کو عطا فرمایا جس کا پچھلے زمانے میں تصور نہیں کیا جاسکتا، ایک زمانہ تھا کہ سولہ سولہ پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے، کپڑے کا رنگ پورا پھیکا پڑ جانے کے بعد بدلنے کی نوبت آتی تھی چونکہ دوسرا کپڑا میسر نہیں ہوتا تھا، آج کپڑوں سے الماریاں بھری ہیں، شادی کے موقع کے کپڑے آج تک کھول کے دیکھنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی، ہر سال، ہر موقع کا الگ جوڑا رکھا ہوا ہے، رکھنے جگہ نہیں تو الماریاں بڑھائی جارہی ہیں۔

کھانے کے دسترخوان پر معمولی ناشتہ بھی دو تین قسم کے سالن کے بغیر نہیں ہوتا، رات کا کھانا، دوپہر کا کھانا تو کیا کہنے! ہر وقت اللہ نے کھانے کو دسترخوان کو وسیع کر دیا۔

پہلے زمانے میں مہینے میں دو تین روپیہ دئے جاتے تھے وہی پورے مہینے کا خرچ ہوتا تھا، آج اگر کسی فقیر کو بھی دو روپے پانچ روپے دیں آپ کو فقیر سمجھے گا، چھوٹے بچوں کے لئے پچاس سو روپیہ بھی ایک روپئے کے برابر ہے۔

مکانات بھی ایسے نہیں تھے جیسے آج کل بن رہے ہیں، سب سے بڑا AC درخت کے نیچے سو جانا ہوتا تھا، بہترین شاور ندی میں نہالینا تھا، بہترین سواری گھوڑا اور بیل گاڑی ہوتی تھی، کہیں کہیں رکشا مل جاتا تھا۔

پہلے زمانے میں گلی میں شادی اور دلہن کو بیل گاڑی میں رخصت کیا جاتا تھا، جہاں اسے جا کر بھینس کا دودھ نکالنا، گھر کو پائنٹنگ کی جگہ گوبر سے لیپا جاتا تھا، مگر گھر آباد رہتا تھا، خلع طلاق کی نوبت نہیں آتی تھی، ڈولی جاتی تھی تو ڈولا ہی آتا تھا، آج مرسڈیس میں جا کر بھی گھر برباد کر دیتی ہے۔

جس کپڑے، کھانے اور مال کے لیے دن رات جنگلوں میں پسینہ نہانا پڑتا تھا آج ٹھنڈی ہوا میں مل رہے ہیں، اللہ نے وہ ہمارے قدموں میں رکھ دئے، کپڑوں کی بہتات، مکان و دسترخوان کی وسعت ، مال کی اتنی کثرت کے باوجود زندگی سکون سے خالی ہے گولیاں کھا کے سونے کی نوبت آرہی ہے۔

ہماری ایک غلط فہمی

زندگی میں پیسوں سے سکون نہیں آتا، کپڑوں اور چوڑیوں سے سکون نہیں آتا، دسترخوان کے وسیع ہو جانے سے سکون نہیں آتا، زیورات سے سکون نہیں آتا گھروں میں سکون ہر فرد کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے اور دوسرے کا حق ادا کرنے سے سکون آتا ہے، ورنہ لاکھ نعمتوں کے باوجود کرب والم کی زندگی گزارنی پڑے گی، نہ کسی پل سکون کی نیند لے سکتے ہیں نہ سکون کا نوالہ کھا سکتے ہیں، کیا فائدہ گھر کے اندر tension ہو، اور سامنے بریانی رکھی ہوئی ہو، اس بریانی میں کیا مزہ جس میں شوہر ناراض ہے، جس میں باپ کا منہ ایک طرف ہے، بچے کا منہ ایک طرف، بچیاں ایک طرف اور ماں ایک طرف ،ایسے دسترخوان کیا راحت ملے گی؟

کیا فائدہ چالیس چالیس ہزار کا dress ہے مگر گھر جنگل راج ہے، شوہر ناراض، اولاد مانتی نہیں، گھر کا نظام پورا کورٹ کچہری کے حوالے تتر بتر ہے، شوہر، باپ، بھائی رات دن کولہو کے بیل کی طرح چوبیس گھنٹے محنت کر رہا ہے، لیکن گھر میں سکون نہیں ہے، سترہ سترہ لاکھ بیس بیس لاکھ روپے خرچ کر کے شادیاں کی جارہی ہیں تین دن میں خلع طلاق ہو جاتا ہے، پندرہ دن میں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، سترہ لاکھ روپیہ کمانے کے لیے کتنی تگ و دو کرنا پڑتا ہے، باہر نکل کر دس روپیے لے کر آؤ پتہ چلے گا کہ کتنا پسینہ نکلنے کے بعد دس روپیہ بھی دھوپ میں تپنے، لوگوں کے طعنے سننے اور نظروں سے گزرنے کے بعد ہاتھ میں پیسہ آتا ہے، وہی سترہ لاکھ تین دن میں خرچ کر دئے جاتے ہیں، پھر بھی سکون نہیں، رشتے نبھتے نہیں، یہ کوئی زندگی

ہے، یہ کوئی life style ہے، دنیا کے سامنے کیا نمونہ پیش کر رہے ہیں، ہماری ازدواجی زندگی کیسے برباد ہوگئی، ہمارا family system کتنا خراب ہوگیا۔ ہمارا خاندانی نظام کتنا بکھر گیا۔

کپڑوں سے کوئی عزت نہیں ملتی ، ہم سے زیادہ قیمتی کپڑے شوروم میں رہنے والے پتلے پہنتے ہیں، جن کو روزانہ پچاس ہزار، ایک لاکھ کی ساڑھی زری کا کام کیا ہوا صبح میں پہناتے ہیں شام میں اتار دیتے ہیں۔

خواتین کی بڑی ذمہ داری

خواتین کی سب سے بنیادی ذمہ داری اور بنیادی کام خاندان کو جوڑ کر رکھنا ہے، بڑا کام پکانا کھانا، گھر جھاڑنا، کپڑے دھونا نہیں ہے، خاندان کو جوڑے رکھنے کے لیے بہت بڑی قربانی دینی پڑتی ہے، بڑے کام کے لئے بڑا دل ہونا پڑتا ہے، درگذر کرنا، چھوٹی بن جانا ،دوسروں کو سرہانا ،اپنے کو غلط اور دوسرے کو صحیح سمجھنا، اگر عورت چاہے خاندان کو بکھرنے سے بچاسکتی ہے، چاہے تو محبت بھرے ماحول میں زہر گھول سکتی ہے، عورت اگر طے کرلے تو پہاڑ کو رائی بنا سکتی ہے اور چاہے تو رائی کو پہاڑ بنا سکتی ہے، عورت کی آنکھوں کے سامنے اگر خاندان ٹوٹ رہا ہے، اولاد اور ماں باپ کے درمیان دراڑیں پڑ رہی ہیں، میاں بیوی میں غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں تو وہ دنیا کی ناکام عورت ہے، دن بھر کے تھکے شوہر کے آتے ہی منہ موٹا کرلینا، بیوی کی شکایت بیٹے سے، ماں کی شکایت شوہر سے کرنا گھر کا سکون برباد کردینا ہے، نہ ماں سے سکون ملا نہ بیوی سے اور نہ ہی اولاد سے، کیا ایسے ماحول کو مسکن (گھر) کہا جائے گا، آخر ہمارے گھر جنت کے نمونے کب بنیں گے، صاحب خانہ اپنے خانہ سے پریشان ہے۔

ہم کو شکایت ہے کہ داماد اچھا نہیں ملا ،اچھے رشتے کے لئے بہت کوشش ہوئی، اچھی بیوی اور بہو کے لئے بہت کوشش ہوئی لیکن صحیح نہیں ملے، آپ بتائیں کہ داماد، بہو

کی تربیت بھی تو عورت ہی نے تو کیا ہے وہ بھی تو کسی عورت کی گود میں پلا، اگر اور ماں یہ سوچ کر تربیت کی ہوتی کہ میرا بیٹا کل کس کے گھر کا داماد بنے گا کسے کا باپ بنے گا، اس کو حقوق اور رشتوں کی قدر سکھائی جاتی تو کیا یہ نوبت آنے والی تھی۔

آج کی ماؤں کی دین بیزاری کا نتیجہ

موجودہ دور میں ہمارے بچوں کی تہذیب اور علم کا مبلغ ممی، ڈیڈی اور پاپا تک محدود رہتا ہے کیونکہ عورت جس کو قوم کی ماں بننا ہوتا ہے، اسے یہی تربیت دی جاتی ہے اور اس کی تعلیم کے وقت ماں باپ کے پیش نظر مالدار شوہر اور عیاشی کی تلاش ہوتی ہے اور خود لڑکی کے سامنے شمعِ محفل بننے اور مردوں کے دوش بدوش چل کر انہیں زیرِنگیں کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اندریں حالات ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی اولادوں کو اخلاقی اور ذہنی تربیت دیں گی، عبث ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولادیں ان سے بھی بڑھ کر دین بیزار اور ملحد بنتی ہیں۔ چنانچہ ہماری موجودہ نسل اپنے بزرگوں کے مقابلے میں ہزار گنا اپنے مذہب سے دور ہے بلکہ دین سے نفرت کے اظہار کو انہوں نے فیشن کے طور پر اپنا لیا ہے جس کا احباب کی محفلوں میں فخریہ ذکر کیا جاتا ہے۔

خواتین کی گمراہی کے اسباب

میڈیا کے ذریعہ بے دینی کی کوشش

ٹی وی چینل، شوشل میڈیا، الکٹرانک یا پرنٹ میڈیا کے ذریعہ تمام احکامات شرع پر سوالات کھڑے کئے جاتے ہیں، مسلمانوں کو مشکوک کرنے کی بڑی کامیاب کوشش کی جاتی ہے، اس کا ایک کامیاب تجربہ طلاق، حلالہ، قربانی، میوزک اور حقوق نسواں کے عنوان سے نشر کئے جانے والے پروگرامز میں ملاحظہ کیا ہوگا، ان چینلز کی اس خاموش دعوت سے اگر چہ لوگ مرتد نہیں ہوئے ہوں، لیکن مشکوک ضرور ہو جائیں گے، اسی طرح فلموں کے ذریعہ بھی بسا اوقات یہ کار بد انجام دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں کچھ سال قبل ریلیز ہونے والی فلم ''عشق زادے'' اور ماضی قریب میں ریلیز ہوئی ''نکاح'' نامی فلم واضح نمونہ ہے۔

دشمنوں کی سازشوں کے شکار کا عالم

تحقیقات کا نچوڑ یہ ہے کہ۔۔۔۔ان ہندو تنظیموں نے اس کے مستقل ٹریننگ کیمپ شروع کر رکھے ہیں کہ کس عمر کی لڑکی کی پسند کیا ہوتی ہے؟ کس لڑکی کو کس طرح بہکایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح جو لڑکیاں ''محبت کی جنگ'' اور پیار کا اغواء کے چنگل میں پھنس نہیں سکتی انہیں کس کس طرح برباد کیا جائے؟

اس سلسلہ میں اکثر یہ کیا جاتا ہے کہ ہندو لڑکیاں مسلم لڑکیوں سے دوستی کر لیتی ہیں، چند ہی ملاقاتوں یا ایک مدت کے بعد بہ ظاہر اتفاقاً اور در حقیقت طے شدہ منصوبے کے مطابق کوئی لڑکا اس ہندو لڑکی کے پاس کسی کام کے تحت آتا ہے، یہ ہندو لڑکی کہتی ہے: کہ یہ میرا رشتہ کا بھائی ہے، دھیرے دھیرے میں اتفاقات بڑھنے لگتے ہیں اور پھر کسی انجانی گھڑیوں میں دونوں کے درمیان دوستی ہو جاتی ہے اور یہ دوستی محبت اور محبت افرار اور کورٹ میرج کی شکل اختیار کرتی ہے۔

مزید برآں دوران تفتیش یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نہ صرف سہیلیاں بلکہ اسکول کی

استانیاں اور ماسٹرز بلکہ گھر کے ڈرائیور تک ان سازشوں میں شریک کر لیے جاتے ہیں !!!

کبھی کسی تقریب پر مٹھائی بھی تہواروں کا فراڈ بھی گفٹ اور ہدیہ کی شکل میں کھانے پینے کی چیزوں کے اندر جنسی ہیجان پیدا کرنے والی چیزیں یا ایسی چیزیں کھلائی جاتی ہیں جن کے کھانے سے لڑکی اپنی انتہار سے بالکل مفلوج ہو جاتی ہے، اور کامل طور پر غیر کے قابو میں چلی جاتی ہے اور بھی مسلم نام کا استعمال ہوتا ہے، یہ سب وہ ہتکنڈے ہیں جن کو مسلم بچیوں کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے۔

اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے یہ ہندو تنظیمیں بڑھ چڑھ کر کوششیں کر رہی ہیں، اس طرح مسلم لڑکیوں کو بھگا لے جانے کے لیے مکمل مالی تعاون تقسیم ہو رہا ہے، جیب خرچ یعنی پاکٹ منی، گاڑی اور بھاگنے کے بعد مستقل بنگلہ اور اس کے علاوہ ۳/لاکھ کا انعام دیا جارہا ہے" اغواء بالرضاء" کا شکار؛ اگر غریب گھرانے کی لڑکی ہے تو کم، اور شریف، اونچے گھرانے کی، اعلی تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے عہدوں والی لڑکیاں ہوں تو اس کے حساب سے انعامات دیے جارہے ہیں۔

شادی شدہ خواتین پر قرض کے ذریعہ بے دینی کے حملے

☆ یہ ایک انتہائی سنگین اور نازک معاملہ ہے، اگر آج بھی ہم سب نہ جاگے، اور متحد ہو کر اس کے خلاف جد و جہد نہ کی، اور یہ سوچتے رہے کہ کسی کی بیٹی بھاگ گئی اور میری بیٹیاں تو محفوظ ہیں، تو یاد رکھیے نہ صرف یہ کہ یا ایک انتہائی خود غرضی اور قوم و ملت کی نا قدری ہے؛ بلکہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت نعوذ باللہ اس آگ کی لپیٹیں ہماری بہو بیٹیوں کو بھی جھلسا دیں، اور اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ میری کوئی بیٹی ہی نہیں یا سب کی شادیاں ہو چکی ہیں، تو یہ محض ابلہ فریبی اور اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ ہے، عورت آخر عورت ہے، اور ایک عورت پورے خاندان اور پورے معاشرہ پر اثر انداز ہوتی ہے، اس وجہ سے یہ ہندو تنظیمیں شادی شدہ عورتوں کو بھی ورغلانے اور پھسلانے میں لگی ہیں، چنانچہ ایک تنظیم "مہیلہ بچت گٹھ" نام سے ہے جس میں

عورتوں کو انتہائی آسان شکلیں دکھا کر قرض دیا جارہا ہے، اور یہ ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے بہ ظاہر آسان نظر آنے والے اس قرض کے پیچھے موجود دشواریوں کو نہیں دیکھ پاتیں اور جب اس کی شرائط کے مطابق عورتیں ہفتہ ادا نہیں کر پاتیں، تو ان کو جسم فروشی؛ بلکہ ایمان فروشی کے لئے بھی مجبور کیا جارہا ہے، اچھے اچھے دین دار گھرانوں کی عورتیں اس میں ملوث ہیں، اس کے واقعات تو اتنی کثرت سے پیش آرہے ہیں کہ میرے خیال میں شاید ہی کوئی اس سے ناواقف ہوگا۔

☆ چند ساتھی ایک رات آئس کریم کھانے گئے، وہاں ایک برقعہ پوش عورت ملی، جوان سے کچھ رقم طلب کر رہی تھی، پوچھنے پر بتایا کہ ''مہیلہ بچت گٹھ'' کا ہفتہ ادا کرنا ہے، ہمارے ایک ساتھی نے پوچھا ہم تمھیں رقم تو دیدیں گے، لیکن یہ بتاؤ کہ تم ہمیں یہ رقم کب لوٹاؤ گی؟ تو وہ برقعہ پوش عورت کہنے لگی کہ یہ رقم مجھے دے دو اور منہ سے واپس نہ مانگو، البتہ اس کے بدلہ میں مجھے جہاں چاہو لے چلو'' آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ برقعہ والی عورت کیا کر رہی ہے۔

☆اس ''مہیلہ بچت گٹھ'' کی ایک کرشمہ سازی اور پڑھیے: ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی، رات کے بارہ بج رہے تھے، اچانک وہ شوہر کو اٹھا کر کہنے لگی: پیسے دو شوہر نے تعجب سے پوچھا: پیسے! اور اس وقت؟ کہنے لگی کہ مجھے ''مہیلہ بچت گٹھ'' کا ہفتہ چکانا ہے، اور اگر تم یہ پیسے نہیں دیتے ہو تو وہ مجھے بلا رہا ہے، یہ کہہ کر وہ عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں گھر سے چلی جاتی ہے۔

☆ حضرت مولانا غیاث رحمانی صاحب دامت برکاتہم بالعموم یہ قصّہ بڑے درد سے بیان کرتے ہیں کہ ''حیدرآباد میں کسی جگہ کام سے ٹھہرے تھے کہ دو برقع پوش خواتین ہندو مارواڑی کے دوکان پر پہنچی، دوکاندار نے اُن کے دیر سے آنے پر سخت زبان استعمال کیا، پھر اُنہیں اُوپر جانے کا اشارہ کیا، وہ خواتین دوکان کے اوپری حصہ میں جا کر آدھے گھنٹے

بعد واپس نکل جاتی ہیں، حضرت نے تعاقب کر کے وجہ معلوم کی، اصرار کے بعد کہنے لگیں: ہم پر اُن کا قرضہ باقی ہے، وہ ادا نہیں کر پا رہی ہیں تو وہ ہم سے جسمانی فائدہ حاصل کرتا ہے، اور یہ جسمانی فائدہ بھی سود کے عوض ہے، اصل قرض تو باقی رہے گا۔ افسوس صد افسوس ، امت کی بیٹیوں کا حال کیا ہو گیا؟۔

کیا ہمیں اب بھی ہوش نہیں آئے گا؟ کیا ہم اب بھی نہیں جاگیں گے؟ کیا اس دن کا انتظار ہے، جس دن نعوذ باللہ آدھی رات کو ہماری بیویاں بھی ہمارے ساتھ یہی کریں گی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

یاد رکھو! یہ پڑوسیوں کے گھر میں لگی ہوئی آگ ہے، اگر ہم نے نہ بجھائی اور اپنی کوٹھی میں آرام کرتے رہے، تو کوئی دم میں یہ آج ہماری حویلیوں کو بھی بھسم کر دے گی، اس وقت بے کسی اور تنہائی کے آنسو اور چھپی، خاموش سسکیوں کے علاوہ ہمارے پاس کوئی علاج نہ ہوگا۔ (۱)

ہماری کوتاہیاں کیا کچھ کم ہیں؟

حضور اقدس ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“ تمہارا ہر فرد ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں اور رشتہ داروں کے متعلق سوال ہوگا، اس اور اس جیسی دوسری آیات اور احادیث کے پیش نظر اپنی بیٹیوں بیویوں اور بہنوں کی خبر گیری کرنا ہمارا فرض ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جتنی سازشیں غیروں کی طرف سے ہو رہی ہیں، اس سے کہیں زیادہ غلطیاں ہماری اپنی ہیں جو ان سازشوں کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کر رہی ہیں۔

ہماری بیٹیاں اسکول، کالج جا رہی ہیں، ٹیوشن کے لیے جا رہی ہیں، تفریح کا پلان

---

(۱) اولاد کی دینی تربیت والدین کے لمحۂ فکریہ: ۱۶۔

ہے، سہیلی کے گھر آتی جاتی ہے، موبائل، نیٹ چیٹنگ اور واٹس اپ استعمال کرتی ہے، لیکن ہمیں کچھ فکر نہیں کہ اس کی سہیلیاں کون ہیں؟ وہ کس سے باتیں کرتی ہے؟ پھر اگر لڑکیاں بھٹک نہ جائیں تو پھر اور کیا ہو؟ اب اگر کوئی آ کر اُلٹی سیدھی حرکتوں کی اطلاع بھی دیتا ہے، تو یہ جائے اس کے شکر گزار ہونے کے، الٹا اسی پر غصہ اتارا جاتا ہے، اور اپنی بیٹیوں کی اندھی صفائی شروع کر دیتے ہیں، پھر جب عرصہ تک پکنے والا ''لاوا'' پھٹ پڑتا ہے یعنی وہی دودھ کی دُھلی بیٹیاں غیروں کے ساتھ بھاگ کر پورے خاندان کی ناک کاٹ دیتی ہیں، تو روتے پھرتے ہیں؟ اگر پہلے ہی دن چوکنّے ہوجاتے تو نہ یہ واقعات پیش آتے اور نہ یوں شرمندہ ہوتے۔

نصابِ تعلیم، تعلیم کی شکلیں اور طریقے

حدود کی رعایت کے ساتھ تعلیم کا نظام ضروری ہے

خواتین کی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں اس توازن کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے کہ احتیاط بھی ہو، اختلاط سے اجتناب بھی ہو، شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو؛ اور اُن کی تعلیم وتربیت کی کوششیں بھی ہوں، اُن کے لئے خطبات ومواعظ رکھے جائیں، اور ان کے لئے ایسا موقع بھی فراہم کیا جائے کہ وہ علماء کے سامنے اپنے مسائل کو پیش کریں اور حسب ضرورت علماء سے مشورے لے سکیں۔

مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ قرنِ اوّل اور اس کے بعد طالبات کے تعلیمی اسفار اور ان کے طریقۂ تعلیم وتربیت کے بارے میں لکھتے ہیں: ”عام طور سے ان تعلیمی اسفار میں طالبات کی صنفی حیثیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اور ان کی راحت وحفاظت کا پورا اہتمام ہوتا تھا، خاندان اور رشتہ کے ذمہ داران کے ساتھ ہوتے تھے۔“ آگے چل کر لکھتے ہیں: ”ان محدثات وطالبات کی درس گاہوں میں مخصوص جگہ ہوتی تھی، جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں اور طلبہ وطالبات میں اختلاط نہیں ہوتا تھا۔“

نسوان مکاتب قائم کرنے کی کوشش کی جائے

دین کے بہت سے ادارے جو سادہ طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قائم تھے، بعد کے ادوار میں اصل مقصد کو قائم رکھتے ہوئے اس کے لئے مناسب حال شکلیں اختیار کی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی ہی میں تعلیم ہوتی تھی؛ لیکن بعد کے زمانے میں الگ سے مدرسے قائم کئے گئے اور غالباً عباسی دور سے مدرسوں کی الگ عمارتیں بننے لگیں، عہد نبوی میں مسجد ہی میں مقدمات کے فیصلے بھی کئے جاتے تھے، بعد میں محاکم شرعیہ کی مستقل عمارتیں بنائی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد ہی میں قیدیوں کو ستونوں سے باندھ کر قید کی سزا دی جاتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

دور میں باضابطہ جیلیں بنائی گئیں ؛ اس لئے اس پر غور کیا جا سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے مسجدوں کا متبادل فراہم کیا جائے، ہر مسلم محلہ میں ایک ایسا سینٹر ہو جو خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے مخصوص ہو،موجودہ حالات میں چوں کہ خواتین کے نام سے اوران کے حقوق کے حوالے سے اسلام کو بدنام کرنے اورشریعت کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں ؛اس لئے اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

غیرضروری علم سے احتراز کیا جائے

لڑکیوں کے لئے دینی تعلیم کے ادارے ہیں،جہاں حفظ وعالمیت کی تعلیم ہوتی ہے،مگرمسلمانوں کی دوسولڑکیوں میں سے ایک لڑکی دینی تعلیم حاصل کرنے مدرسہ آتی ہے،اورکامیاب بن کرنکلنے والے ان میں سے بھی بہت کم ہوتے ہیں،محلوں اوربستیوں میں شادی شدہ خواتین کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے صباحی ومسائی کانظام بہت ضروری ہے،جس میں بنیادی تعلیم دی جائے،معاشرت درست کردی جائے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مردتو تمام علوم کے جامع ہو سکتے ہیں عورتیں (عادۃ) نہیں ہوسکتیں جامعیت کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے،جوعورتوں میں نہیں ہے،مگر آج کل سب کوعقل کا ہیضہ ہورہا ہے، آزادی کا زمانہ ہے ہر ایک خودمختار ہے، عورتیں بھی کسی بات میں مردوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتیں ہرعلم وفن کی تکمیل کرنا چاہتی ہیں تصنیفیں کرتی ہیں اخبارات میں مضامین بھیجتی ہیں۔

نیزیہ قاعدہ کلیہ صحیح نہیں کہ ہرعلم مفید ہے اورنہ ہر شخص میں ہرعلم حاصل کرنے کا حوصلہ ہے، جامعیت (یعنی تمام علوم منقول ومعقول منطق فلسفہ وغیرہ) مردوں کا حوصلہ ہے عورتوں کو ان کی ریس کرنا حوصلہ سے باہر بات کرنا ہے،اس جامعیت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جوصفات عورتوں میں ہونی چاہئیں وہ بھی باقی نہیں رہیں گی،چنانچہ رات دن اس کا تجربہ ہوتا جاتا ہے۔

عورتوں کے لئے (بہتر یہ ہے کہ ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ کردیں تاکہ قرآن وحدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں، میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں، اس لئے اکثر کے لئے مناسب نہیں۔(اصلاح انقلاب امت)

خواتین تعلیم وتربیت کی مختلف شکلیں

موجودہ دور میں ہم بہنوں کے مسائل کو حل کرنے اور ان تک دین کا پیغام پہنچانے کے لئے درج ذیل تدبیریں اختیار کر سکتے ہیں:

۱۔ان مراکز میں عورتوں کے لئے ہفتہ وار درس قرآن اور درس حدیث کا انتظام کیا جائے، شرعی مسائل کا درس بھی رکھا جائے، جس میں ضروری مسائل بیان کئے جائیں، اب تو ماشاء اللہ لڑکیوں کے مدرسوں میں بھی افتاء کے شعبے قائم ہیں، ان کی فارغات کی بھی خدمات حاصل کی جائیں؛ تاکہ عورتیں بے تکلف اپنے مسائل ان کے سامنے رکھ سکیں، موجودہ حالات میں اتوار کا دن اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔

۲۔رمضان المبارک، عیدین، شب قدر کی مناسبتوں سے خواتین کے لئے دن کے وقت پروگرام رکھے جائیں اور ان مذہبی تقریبات کی روح ان پر پیش کی جائے۔

۳۔سیرت کے خصوصی جلسے خواتین کے لئے کئے جائیں۔

۴۔اسی سینٹر میں خاندانی تنازعات کے لئے کاؤنسلنگ سینٹر رکھا جائے، اور کاؤنسلنگ میں تجربہ کار تعلیم یافتہ خواتین کو بھی شامل کیا جائے۔

۵۔گرما کی تعطیلات میں خواتین کے لئے خصوصی گرمائی کلاسس اور مذاکرات رکھے جائیں اور ان کلاسز کو ناظرہ قرآن اور دعاؤں کے یاد کرنے تک محدود نہ کیا جائے؛ بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاق چاروں شعبوں کی تعلیم دی جائے۔(۱)

(۱) ازقلم: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

خواتین میں تعلیم کی شکلیں

نئی تعلیمی پالیسی (۲۰۲۲ء) اور فون کے بے قابو استعمال کے اس پُرفتن دور میں قدیم رواجی نظام کے علاوہ مندرجہ ذیل مختصر آسان اور عصری انداز کے طریقوں کو خوب رواج دینے کی ضرورت ہے۔

① حفظ، عالمیت
② اختصاص فی المعاشرت (مسنون معاشرت)
③ ''مومنہ کورس'' مع عصری نظام
④ مکاتبِ بالغات
⑤ سنڈے کلاسس برائے کالیجی طالبات
⑥ تحفظ عقائد کورس (تمام فرقوں کا تذکرہ)
⑦ موسمی کورس (محرم، صفر، ربیع الاول، رجب، شعبان، رمضان، زکاۃ، اعتکاف، قربانی) کی مناسبت سے کورس کا انعقاد
⑧ موضوعاتی کورس (اہم موضوعات پردہ، زیبائش، عائلی مسائل، تجہیز و تکفین، بے جا اعتراضات، ردّ مغرب پر ہونے والے کورس) عوام بہت جلدی قبول کرلیتی ہے۔
⑨ شادی کورس (مسنون نکاح)
⑩ تصحیح قرآن و تجوید کورس
⑪ اصلاحی کورس (تزکیہ و تعلق مع اللہ کی حسن ترتیب)
⑫ اختصاص فی المعاملات
⑬ درس تفسیر (خواتین سے متعلق سورتوں کی تفسیر)
⑭ درس حدیث (معارف الحدیث وغیرہ سے)

خواتین کی تعلیم کے مختلف طریقے

۱۔عورتوں کی تعلیم کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خواتین کے متعلقین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے گھروں میں رہتے ہوئے تعلیم کا نظم بنائے، مثلاً گھر میں رہنے والی بڑی خواتین ہی انہیں پڑھائیں، اگر معلمہ نہ ہو تو مرد عالم اپنی محرم عورتوں کو دینی تعلیم دے اور جس لڑکی میں ذہانت وصلاحیت زیادہ دیکھے اسے اعلیٰ تعلیم دے، ورنہ ضروری مسائل سے واقف کرادے۔

۲۔اگر گھر میں انتظام نہ ہو سکے تو جس جگہ مقامی طور پر ان کی تعلیم ممکن وہاں انتظام کیا جائے، بشرطیکہ پردہ کے پورے اہتمام کے ساتھ آمد و رفت ہو، ایسی قابل اعتماد طریقہ جو بدنامی سے بالکل محفوظ ہو، اور ان کی عصمت و پاکدامنی، عزت وآبرو پر کوئی داغ دھبہ نہ آنے پائے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ’’اسلم طریقہ لڑکیوں کے لیے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آئیں اور پڑھیں۔

۳۔محلہ جاتی مراکز نسواں، کہ محلہ میں خالص بچیوں، لڑکیوں اور عورتوں کا دینی مکتب قائم ہو، اس میں پڑھانے والی استانیاں علم وعمل کی صفت سے متصف ہوں، یہی احوط اور اسلم طریقے ہیں۔

۴۔عورتوں کے دینی مکاتب میں تعلیمی نظام کو کسی محقق عالم دین سے تجویز کروائیں۔

باصلاحیت دیندار تعلیم یافتہ خواتین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے معاشرے کو مستفید کریں، ہر تعلیم یافتہ خاتون اپنے علم کے مطابق بستی اور محلہ کی لڑکیوں کو فیضیاب کرے، تعلیم کی دلدادہ طالبات بھی عزم وہمت سے کام لیں اور موجودہ ذرائع ووسائل میں آن لائن ایجوکیشن سسٹم سے بھی فائدہ اٹھائیں۔

خواتین کے لئے جامع نصابِ تعلیم و تربیت

خواتین کیلئے ایسی تعلیم لازم ہے جو بچوں کی پرورش، تربیت اور سیرت سازی میں معاون ثابت ہو سکے۔ لہٰذا اسکو وہ اُمور ضرور سیکھنے چاہئیں جو ساری عمر گھر میں انجام دینے ہیں مثلاً:

(1) خانہ داری : میسر وسائل میں غذائیت سے بھرپور کھانا تیار کرنا۔

(2) گھر کی ضرورت کے مطابق سلائی کٹائی اور بیکار چیزوں کو کارآمد بنانا، پھٹے کپڑوں کو پیوند لگا کر دوبارہ قابل استعمال بنانا۔

(3) موسم کے مطابق ستر کی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے لباس تیار کرنا، پھر لباس پہننے کا سلیقہ بھی ہو، تاکہ صفائی ستھرائی سے کم قیمت لباس کو بھی دیدہ زیب بنا سکے۔

(4) گھر کی صفائی ستھرائی اور آرائش میں سلیقہ اور ترتیب کو بہت اہمیت حاصل ہے، کم قیمت مگر سلیقہ سے رکھا ہوا سامان بیش قیمت، مگر بے ترتیبی سے رکھے گئے سامان کے مقابلے میں زیادہ دیدہ زیب اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ عورت کا بے سلیقہ اور پھوہڑ ہونا پورے گھر کو منتشر اور خراب کر دیتا ہے۔

(5) گھر کا بجٹ تیار کرنا : اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانا تاکہ کسی سے ادھار مانگنے کی نوبت پیش نہ آئے۔ ضروری اور اہم چیزوں کو ترجیح دینا، تعیش اور سجاوٹ کی اشیا کو نظر انداز کرنا ضروری ہے۔

(6) گھر کا اس طرح بندوبست کرنا کہ ہر ایک کے لئے گھر میں سکون و اطمینان میسر ہو، ہر ایک کی ضرورت و ترجیحات کو سامنے رکھ کر ان کو آرام مہیا کیا جائے، بیمار کی تیمارداری ہو، بچوں کو پڑھانے کا بندوبست ہو، افرادِ خانہ باہم پیار و محبت اور حسن سلوک سے پیش آئیں کہ قرآن پاک نے گھر کی اہم صفت اس کا سکون و اطمینان ہونا ہی بتایا ہے، لہٰذا عزیزوں، رشتہ داروں اور ہمسایوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کا سلیقہ بھی عورت کو سکھایا جانا چاہئے۔

(7) ابتدائی طبی امداد، گھریلو علاج اور مریضوں کی تیمارداری سیکھی جائے۔

(8) عورتوں کو فوجی ٹریننگ بھی اتنی ضرور دی جانی چاہیئے کہ وہ اپنا دفاع اور تحفظ کرسکیں، ضرورت کے وقت ان کو پریشانی نہ اُٹھانا پڑے۔

نصاب پر مشتمل بنیادی امور

مذکورہ نصابات میں عورت کی نفسیات، شخصیت اور فطری فرائض کو پیش نظر رکھنا بڑا ضروری ہے مثلاً یہ کہ:

(1) خواتین کا منصب اور ان کے حقوق و فرائض۔

(2) دائرۂ زوجیت اور فریضہ مادریت کے بارے میں اسلامی حکمت عملی۔

(3) عہدِ نبوی سے لیکر دورِ حاضر تک خواتین کی دینی، علمی، ادبی، ملی، رفاہی اور تعلیمی و تصنیفی سرگرمیاں۔

(4) ترقی نسواں اور مساواتِ مرد و زن کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ۔

(5) پردے کے موضوع پر عقلی تجربات اور مشاہدے کی روشنی میں دینی احکام کی حکمت اور مصلحت۔

(6) مذاہبِ عالم اور اسلامی علوم کا تقابلی مطالعہ اور اسلام کی فوقیت و برتری۔

غرض قرآن و سنت کا گہرا شعور دینا اور نبی پاک کی سیرتِ طیبہ کو زندگی کا محور و مرکز بنا دینا لازمی ہے، ایسے ہی خواتین کے مسائل اور موضوعات پر ان کو مہارت ہونی چاہیئے۔(۱)

عورتوں کے نصاب سے متعلق حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں ان کو مذہبی تعلیم دیجئے، فقہ پڑھایئے، تصوف پڑھایئے، قرآن کا ترجمہ

(۱) محدّث میگزین، عائلی مسائل، نومبر 2004ء، ثریا بتول علوی

وتفسیر پڑھائیے، جس سے ان کی ظاہری باطنی اصلاح ہو،عورتوں کے لئے تو بس ایسی کتابیں مناسب ہیں جن سے خدا کا خوف، جنت کی طمع اور شوق، دوزخ سے ڈر اور خوف پیدا ہوا،اس کا اثر عورتوں پر بہت اچھا ہوتا ہے،لڑکیوں کا نصاب تعلیم یہ ہونا چاہئے کہ پہلے قرآن مجید حتی الامکان صحیح پڑھایا جائے، پھر دینی کتابیں سہل زبان میں جن میں دین کے تمام اجزاء کی مکمل تعلیم ہو،میرے نزدیک بہشتی زیور کے دسوں حصے ضرورت کے کافی ہیں،بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے،جن کا پڑھنا اور مطالعہ کرنا عورتوں کے لئے مفید ہے،اگر سب نہ پڑھ سکتیں تو ضروری مقدار پڑھ کر باقی کو مطالعہ میں رکھیں۔

عورتوں کے نصاب تعلیم کے چند رسالے ایسے ہوں۔

☆ عقائد ضروریہ ہوں۔

☆ دینیات کے مسائل،طہارت نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور نکاح اور طلاق۔(حقوق) اوربیع وشراءوغیرہ کے ضروری احکام ہوں۔

☆ کچھ قیامت کے واقعات (احادیث وغیرہ) ہوں۔

☆ نیک بیبیوں (عورتوں) کی مختصر سی تاریخ،سیرت،حالات وواقعات ہوں۔

☆ کچھ سلیقہ کی باتیں سینے، پرُونے (کھانے پکانے) وغیرہ کی جو خانہ داری کے لئے ضروری ہیں۔

☆ کچھ بیماریاں اور ان کے علاج کا بھی بیان ہونا چاہئے کہ بال بچے والے گھر میں اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ ہے نصاب کامل جس کی تعلیمِ نسواں کے لئے ضرورت ہے،ان سب کے لئے بہشتی زیور کے مکمل حصے بہت کافی ہیں،اوراگر بہشتی زیور ناپسند ہوتو اور کوئی رسالہ جن میں یہ مضامین ہو جمع کر لینا چاہئے، یا بہشتی زیور ہی میں جو ناپسند ہو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ حذف کر دیا جائے؛ مگر شرط یہ ہے کہ جو عبارت کاٹی جائے یا بڑھائی جائے اسے حاشیہ میں ظاہر

کر دیا جائے کہ اصل میں یوں تھا اور اب عبارت یوں بنائی گئی ہے، اور کوئی مضمون شرع کے خلاف نہ ہو۔(۱)

نصاب کی کتابیں کونسی رہے؟

(۱) نورانی قاعدہ ہردوئی۔علّم القرآن (مرتب مفتی رحیم اللہ خان صاحب کڈپہ، آندھرا)

(۲) عقائد ضروریہ۔(مرتب مولانا عبدالقوی صاحب ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد
)

(۳) آسان ترجمہ قرآن مجید/ آسان تفسیر قرآن مجید

(۴) معارف الحدیث

(۵) درس بہشتی زیور، تحفۃ النساء۔

(٦) حیض، نفاس، استحاضہ۔احکام ومسائل (مرتب : مفتی منیر صاحب قاسمی)

(۵) امورِ خانہ داری میں حسنِ انتظام۔

(٦) مشترکہ خاندان شریعت اور سماج کی روشنی میں/ سکونِ خانہ/ گھر بنے جنت۔

(۷) ناظرہ قرآن مکمل تجوید کے ساتھ۔

(۸) مخصوص سورتوں کا حفظ۔

(۹) سیرت صحابیات، اور اسلامی خواتین کا تذکرہ۔

(۱۰) تحفۂ خواتین۔

مکاتبِ نسوان کیسے قائم کیا جائے؟

۱۔جس علاقہ میں مکتبِ نسوان قائم کرنا ہو، وہاں ایک پروگرام کیا جائے جس میں [۱] ذمہ دارانِ محلہ [۲] معلّمات، حافظات وعالمات [۳] عام خواتین [۴] معاونین،

---

(۱) اصلاح خواتین ۲۹۹ :

کو جوڑا جائے، ہر ایک کو اُس کی ذمہ داری سے متعلق ترغیب دی جائے، ذمہ داروں سے گفتگو ہو کہ وہ محلہ میں اِس کام کی اہمیت کو سمجھیں، بعض لوگ نیا کام سمجھ کر بدک جاتے ہیں، حافظات و عالمات کو وقت فارغ کر کے تدریس کی ترغیب دی جائے، اُن کے متعلقین و رشتہ داروں کو ترغیب دی جائے لڑکی کو تعلیم و تعلم کے لئے فارغ کرنے پر راضی رہیں، عام خواتین کو دینی تعلیم کی اہمیت بتائی جائے جو رسالہ کے شروع میں گذر چکی ہے، معاونین سے اپنا گھر فارغ کرنے یا کسی گھر کا کرایہ برداشت کرنے کی ترغیب دی جائے۔ اسی مجلس میں تشکیل ہو اور کون شخص کس ذمہ داری کے لئے تیار ہے نام لکھ لئے جائیں، پھر اعلان ہو جائے کہ ذمہ دار علما مشورہ کے بعد آگے کے نظام کی خبر دیں گے، ہر خاتون اپنے کام کے لئے تیار رہے۔

مشورہ میں گھر کی تعیین ہو، معلمہ کی تعیین ہو، نصاب کی تعیین ہو، تنخواہ متعین ہو، وقت متعین ہو، پھر مساجد کے ائمہ کرام سے جمعہ کے بیان میں مکتبِ نسوان کی ترغیب و اعلان کی درخواست کی جائے، اور ایک تاریخ متعین کر کے مکتب کی افتتاح کر دی جائے، اور کسی ماہر عالم دین سے مسلسل مشورہ جاری رکھے۔

عہدِ رسالت میں عورتوں کی تعلیم کا نظم

دورِ رسالت میں عورتوں کی تعلیم کا باقاعدہ نظم تو نہیں تھا وہ درسگاہِ نبوی میں مردوں کے شانہ بشانہ تو حاضر نہیں ہو سکتی تھیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مختلف طریقوں سے تعلیم و تعلم کا نظم فرما رکھا تھا، ان کے خصوصی اجتماعات منعقد ہوتے جن میں نبی کریم ﷺ تشریف لے جاتے اور ان کو تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت سے نوازتے، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ خواتین اپنا ایک وفد خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئیں اور مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی آپ سے استفادہ کا موقعہ دیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ خواتین صحابیات کے مطالبہ کو قبول فرما کر ہفتہ

میں ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا :اس دن آپ تشریف لے جا کر ان کی تعلیم وتربیت فرماتے۔ ”غَلَبَنَا عَلَیْکَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا یَوْمًا مِّنْ نَّفْسِکَ“تو آپ نے ان سے کسی دن کا وعدہ کرلیا، اس دن آپ ان سے ملے اور انہیں نصیحت فرمائی اور (ان کے مناسب حال عبادت کا) انہیں حکم دیا، منجملہ اس کے جو آپ نے (ان سے) فرمایا یہ تھا کہ تم میں سے جو عورت اپنے تین لڑکے آگے بھیج دے گی (اس کے تین لڑکے اس کے سامنے مرجائیں گے) تو وہ اس کے لئے (دوزخ کی) آگ سے حجاب ہوجائیں گے، ایک عورت بولی اور (اگر کوئی) دو (لڑکے آگے بھیجے) تو آپ نے فرمایا اور دو ((کا بھی یہی حکم ہے))“۔(۱)

پہلا طریقہ

خیر القرون اور سلف صالحین کے زمانے میں جو طریقہ مروّج رہا ہے، وہی طریقہ سب سے زیادہ نافع اور محفوظ ہے، گھر میں ہی تعلیم یافتہ قریبی محرم مردوں سے قرآن، حدیث اور ضروری فقہ اور امور خانہ داری سے واقفیت حاصل کی جائے، گھر سے باہر نکلنے کا فتنہ یا نامحرم سے مخاطبت وملاقات کے مسائل ہی نہیں رہیں گے؛ محرم مرد سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے عورتوں کے لئے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ جیسے باپ، حقیقی بھائی، بیٹا، بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے، بہن کے بیٹے یعنی بھانجے اور خسر وغیرہ، محرم کے مقابلہ میں نامحرم کا لفظ آتا ہے جس سے مراد وہ مرد ہیں جن سے نکاح کرنا عورت کے لئے حرام نہیں۔(۲)

نامحرم مرد کے مقابلہ میں محرم رشتہ دار سے تعلیم حاصل کرنا لڑکیوں کے لئے صدہا غنیمت و بہتر ہے؛ کیونکہ محرم رشتہ دار سے پردہ نہیں ہے۔(۳)

---

(۱) بخاری : باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم؟ حدیث:۱۰۱

(۲) ردالمحتار : ۹/۵۲۷

(۳) النور :۳۱

اور فتنہ کا قوی اندیشہ بھی نہیں؛ کیونکہ محرم رشتہ داروں (مرد و عورت) کے درمیان حیاء کا دبیز پردہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کے درمیان برائی کا میلان سرے سے نہیں ہوتا ہے اور اگر ہو بھی تو وہ نہ کے درجہ میں ہے۔

لیکن یہ طریقہ ان علاقوں یا گھرانوں میں چل سکتا ہے جہاں خود سرپرست حضرات دینی تعلیم یافتہ ہوں، اولاد پر قابو بھی ہو، لڑکے لڑکیاں اتنی سلیقہ مند ہوں کہ اپنے گھر کے بڑوں سے عظمت و عقیدت کا تعلق رکھنے کے لئے تیار ہوں۔

شادی شدہ عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

سب سے بہتر اور آسان طریقہ تو یہ ہے کہ مرد خود تعلیم حاصل کریں پھر عورتوں کو پڑھائیں، اور اگر خود پڑھے ہوئے نہ ہوں تو علماء سے مسائل پوچھ کر گھر والوں کو زبانی ہی تعلیم دو، اللہ تعالیٰ نے دین کتنا سستا اور آسان کر دیا ہے محض سننے سنانے سے بھی دین حاصل ہو جاتا ہے۔

(کم از کم) اتنا ہی کرلو کہ اردو میں احکام شرعیہ کے جو رسائل لکھے گئے ہیں ایک وقت مقرر کر کے اپنی مستورات کو وہ رسائل پابندی سے سنا دیا کرو؛ مگر ان رسائل کی تعیین محقق عالم سے کراؤ، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو علماء سے زبانی مسائل پوچھ کر عورتوں کو بتلایا کریں۔

(حاصل یہ کہ) عورتوں کو ان کے مرد پڑھا دیا کریں اور جب ایک عورت تعلیم یافتہ ہو جائے تو پھر وہ بہت سی عورتوں کو تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے۔(۱)

اَن پڑھ جاہل عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر عورتیں لکھ پڑھ نہ سکیں تو ان کو روزانہ دو چار مسئلے ان کی ضرورت کے بتلا دیا کریں اور عقائد اور مواعظ و نصائح کی اور حکایات صلحاء کی کوئی کتاب ان

---

(۱) اصلاح خواتین: ۳۱۶

کو سنادیا کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ چند روز میں بغیر لکھے پڑھے ہی وہ تعلیم یافتہ ہوجائیں گی۔(۱)

دوسرا طریقہ

اپنے شہر، اپنے محلہ میں ہی ایسی مربیہ، عالمہ، مجودہ خواتین کے پاس بھیجا جائے جو مثالی شخصیت بتائے جانے کے قابل ہوں، مکان میں نامحرم نہ رہے ہو، آنے جانے میں کوئی بے احتیاطی نہ ہو، باپ، بھائی یا بیٹے جاتے ہوں یا معتمد باشعور خواتین کی جماعت کے ساتھ آنا جانا ہوتو بہتر ہے۔

حاصل یہ کہ طالبات کے لئے معلّمات سے تعلیم حاصل کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، بلا کراہت جائز ہے؛ کیونکہ عورت کا عورت سے کوئی پردہ نہیں اور نہ ہی یہاں فتنہ کا اندیشہ ہے؛ اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت کا عورت سے تعلیم حاصل کرنا افضل ہے۔(۲)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ مدرسۃ البنات کی صورت

میں نے بھی تھانہ بھون میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ قائم کیا ہے، لڑکیاں ایک معلمہ کی گھر میں جمع ہوجاتی ہیں (وہی گھر گویا لڑکیوں کا مدرسہ ہے) اور میں ان کی خدمت کردیتا ہوں؛ لیکن میں نے یہاں تک احتیاط کررکھی ہے کہ میں خود کسی کو لڑکی بھیجنے کی ترغیب نہیں دیتا، یہ انہیں معلمہ سے کہہ دیا ہے کہ یہ سب تمہارا کام ہے تم جتنی لڑکیوں کو بلاؤ گی تنخواہ زیادہ ملے گی، اس مدرسہ میں ماہواری امتحان بھی ہوتا ہے، سو لڑکیاں کبھی تو امتحان دینے کے لئے گھر پر چلی آتی ہیں اور میری اہل خانہ (بیوی) یا میری خاندان کی کوئی بی بی ان کا امتحان لے لیتی ہیں (امتحان میں نہیں لیتا) اور کبھی لڑکیوں کو نہیں بلایا جاتا بلکہ ممتحنہ (امتحان لینے والی) وہیں چلی جاتی ہیں اور امتحان لے لیتی ہیں، صرف امتحان کا نتیجہ میرے سامنے پیش ہوجاتا

---

(۱) اصلاح خواتین ۳۱۶:

(۲) ردالمحتار :۹/ ۵۲۷-۵۳۳

ہے اور باقی ان پر میرا کوئی اثر اور نہ دخل، نمبر ممتحنہ دیتی ہیں ان نمبروں پر انعام میں تجویز کرتا ہوں۔

الحمدللہ اس طرز پر مدرسہ برابر چلا جارہا ہے اور ایک بار بھی کبھی خرابی نہیں ہوئی (الغرض) لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام یا تو اس طور پر ہو کہ لڑکیاں جمع نہ ہوں اپنے اپنے گھر یا محلہ کی بیبیوں سے تعلیم پائیں؛ لیکن آج کل یہ عادۃً بہت مشکل ہے، یا اگر ایک جگہ جمع ہوں تو پھر یہ انتظام ہو کہ مردانہ سے سابقہ نہ رکھیں، اور اپنی مستورات سے نگرانی کرائیں ان سے خود بات چیت تک بھی نہ کریں۔

دوسرے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سکریٹری بضرورت متقی بن جائے، چاہے وہ آزاد خیال ہو؛ مگر اسے مولوی کی شکل بنانا چاہئے؛ تاکہ معلمہ پر اس کے صورت تقوی کا اثر پڑے۔

میرے دانست میں تعلیم نسواں کے یہ اصول ہیں آگے اور لوگ اپنے تجربوں سے کام لیں، کچھ میرے خیالات کی تقلید ضروری نہیں۔(۱)

تیسرا طریقہ مکاتب و مراکزِ بنات ونسوان

جہاں پہلے تعلیم نسوان کا نظام چل رہا ہو اُن سے رابطہ کر کے اُن کا نظام و نصاب لے لیا جائے تاکہ نئے تجربات کی مشقت نہ ہو، چنانچہ:

۱۔حیدرآباد میں تجوید القرآن عبر پیٹ ایک مشہور دینی تعلیمی ادارہ ہے جس میں خواتین کی تعلیم بہترین نظم ہے۔

۲۔ منبر و محراب فاؤنڈیشن ،بانی حضرت مولانا غیاث رشادی صاحب کے تحت مرکزِ نسواں کے نام سو ؤں مراکز بہترین انداز میں چلتے ہیں، جس میں ستر سال کی خواتین بھی

---

(۱)اصلاح خواتین ۳۱۵ :

دینی تعلیم حاصل کرنے آتی ہیں، اور ملک کے مختلف علاقوں میں یہ مراکز قائم ہیں۔

۳۔ دینیات کے مکاتب ممبئی میں بالغان و بالغات کا نظام بنا ہے۔

۴ بعض علماء خواتین سینٹر کے نام سے چھوٹے سے علاقے میں سوؤں عورتوں کی تعلیم وتربیت کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔

چوتھا طریقہ مدارسِ بنات

ایسے علاقے اور ممالک جہاں علماء اقلیت میں ہیں، بچھڑے اور الگ تھلگ رہتے ہیں، علماء و مدارس کی بھی قلت ہے، دوسری طرف وہاں کالجوں کا ماحول بہت ابتر؛ بلکہ ارتداد زدہ رہتا ہے، تبدیلی مذہب اور دیگر اہل مذاہب سے نکاح کا خطرہ لگا رہتا ہے، ایسی جگہوں پر لڑکیوں کے لئے دینی اقامتی ادارے کھولنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا، اب جب کہ فون کی وبا عام ہو چکی ہے، چچازاد، ماموں زاد بھائیوں سے پردہ کا تصور بھی نہیں، مکانات چھوٹے ہیں، بستیاں تنگ ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کی خواتین مدرسہ کی چہار دیوار میں زیادہ محفوظ رہیں گی گھروں کے مقابلے میں، مردوں میں غیرت وحمیت ختم ہوتی جارہی ہے، قدیم انداز وروایات کا خون ہو چکا، شاید اس لئے مدارس بنات کا رواج ہوتا جارہا ہے، اگر چہ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ نے صاف طور پر منع فرمایا؛ لیکن مرورِ زمانہ ''اہون البلیتین ، اخفّ الشرین'' کے ضمن میں موجودہ زمانے کے بہت سے اہل فتاوی نے اجازت دی ہے۔

اس میں بھی بہتر ہے کہ پڑھانے والیاں صرف معلمات وعالمات ہو، ابتداءً مردانہ اساتذہ سے خدمت وتربیت دے کر معلمات کو کام دے دیا جائے،/ عُلیا کی کتابیں، اہم مضامین علماء کرام کے متعلق ہوں اور باقی کام عالمات حافظات سے لیا جائے،/ طالبات کے درمیان نگران معمر خاتون ہونی چاہئے، کتاب سے خطاب ہو،/کسی طالبہ سے انفرادی گفتگو نہ ہو/، فون نمبرات کا لین دین نہیں ہونا چاہئے،/کوئی طالبہ کسی طالبہ سے فون پر رابطہ نہ کرے،/ ایک

محرم کا فون نمبر اور اس کی تصویر مدرسہ میں، وہی آتے جاتے طالبہ کو لانے لے جانے کا انتظام کرے/، مدرسہ کے فون پر اسی نمبر سے بات کروائی جائے، دوسری طالبہ کے والد یا بھائی کے ساتھ اجنبی طالبہ کو بھیجا نہ جائے۔

پانچواں طریقہ آن لائن تعلیم کا نظام

دیگر جائز ناجائز کام آن لائن ہوسکتے ہیں تو تعلیم و تعلم آن لائن کیوں نہیں ہوسکتے، قدیم اکابر تو چھوڑ یئے صرف کرونا سے پہلے کا زمانہ اور بعد کے زمانہ میں افکار و طرزِ زندگی کا فرق کیا ہم نہیں دیکھ رہے ہیں، کیا اب بھی ہم طرزِ کہن (پرانے طریقوں پر) پر اَڑے رہیں گے، احتیاط اتنا نہ کریں کہ کام ہی نہ ہو، کام کا غم اتنا نہ لیں کہ حدودِ شریعت پھلانگ جائے، کیا بیٹیاں گھروں میں رہ کر فون کے مضر استعمال سے بچ جاتی ہیں! کیا والدین، اس زمانہ میں کاندھلہ، تھانہ بھون اور رائے بریلی کی عورتوں کی طرح وقت اور تربیت دے پا رہی ہیں!!! اقامتی نسواں کے ادارے مکمل حدود و قیود کے ساتھ بہت حد تک حفاظتی قلعے محسوس ہو رہے ہیں (کس کو اختلاف ہوسکتا ہے اور انہیں اختلاف کا حق ہے)۔

موجودہ زمانہ میں عالم عرب اور یورپی دنیا کے تقاضوں کے علاوہ اگر صرف پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم اور مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم کے آن لائن عالم کورس اور مختلف تدریسی کاموں پر نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آن لائن سے بہت بڑا حلقہ فائدہ اٹھائے گا، اگر ہم نے آن لائن کے اس طریقہ سے فائدہ نہیں اٹھایا، تو بہت بڑا حلقہ نظر انداز ہوجائے گا، مسلم اقلیتی مما لک ہندو اکثریتی علاقوں اور ارتداد زدہ ماحول میں لڑکیوں کو محفوظ رکھنے کا ایک مؤثر راستہ اقامتی مدارس نسواں ہیں، احوال و مقامات کے بدلنے سے احکام کے بدلنے کا اصول ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔

اپنے مخصوص خول اور فکری دائرہ میں رہنا درحقیقت ایک فکری عذاب ہے، علم و عمل

میں قناعت مفید نہیں بلکہ کبر کی علامت ہے جو نقصاندہ ہے۔

مؤمنہ کورس (جامعہ اشاعت العلوم اکل کوّا)

یہ نصاب مدرسہ اشاعت العلوم اکل کوا کے مدارس بنات میں پڑھایا جاتا ہے، جن میں ایک مدرسہ مدرسۃ البنات حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کنج کھیڑا، تعلقہ کنزر، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر بھی ہے۔

''مدرسۃ البنات حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ کنج کھیرہ جس کی تاسیس ۲۰۰۱ء میں ہوئی، اس میں ۶/۷ سال کی کوری بچیوں کو داخلہ دے کر چار سال تک رکھا جاتا ہے، اور ان چار سالوں میں اساتذہ کے ذریعہ عالمیت کے نصاب کے بجائے ''مؤمنہ'' کورس پڑھایا جاتا ہے۔

رئیس جامعہ اکل کوا حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب حفظہ اللہ اور والد محترم حضرت الحاج حافظ محمد اسحاق صاحب کی ایک تحریر ہے کہ دخترانِ ملت اسلامیہ کو عالمہ نہیں بلکہ ''مؤمنہ'' بنانا ہے، چنانچہ ہماری ان بزرگوں کی ماتحتی میں نمباتی تعلقہ سوئے گاں اور پیلہ (بیڑ ضلع) وغیرہ بہت سے مقامات پر اسی طرز کے دینی تعلیمی ادارے شروع ہو رہے ہیں۔(۱)

(۱) ہدیۂ بنات: پیش لفظ، ۵، مولانا محمد فاروق وستانوی، مدرسہ عمر بن خطاب و مدرسۃ البنات حضرت حفصہ بنت عمر)

مکاتبِ نسواں ۔شرائط ورآداب

مدارس بنات کے جواز کی ضرورت

المسائل المھمہ اشاعت العلوم اکل کوا میں ہے: ”اب اگر کسی عورت کے لئے گھریلو زندگی کے دوران اور گھر میں رہتے ہوئے اپنے محارم میں سے کسی سے علم دین حاصل کرنے کی ترتیب بن سکتی ہو تو اس کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ان سے عبادات، اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کے ضروری مسائل سیکھ لے، اور اس کے موافق عملی زندگی گزارنے کی فکر کرے؛ لیکن اگر یہ ترتیب نہ بن سکتی ہو اور وہ قریب کے کسی معتمد مدرسۃ البنات میں کسی محرم کے ساتھ آجا سکتی ہو، یا گھریلو مجبوریوں کے تحت ایسے مدرسہ میں قیام کرنا پڑتا ہو اور اس آمد و رفت اور مدرسہ کی رہائش کے دوران کسی قسم کے فتنہ اور فساد کا اندیشہ نہ ہو اور نہ بے پردگی ہوتی ہو؛ بلکہ شرعی پردہ میں رہتے ہوئے اپنے محارم کی اجازت کے ساتھ علم دین حاصل کرے تو بلا شبہ اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

جو علماء کرام لڑکیوں کے اقامتی اداروں کے قیام کو لڑکیوں کی طرف سے آمد و رفت کے سلسلے میں ہونے والی بے احتیاطی اور دوران قیام، انتظامیہ کی طرف سے ان کے اخلاق و عادات کی صحیح طور پر نگرانی نہ کرنے کی بناء پر ناجائز کہتے ہیں، اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو غالباً انہیں بھی جواز کے قائل ہونے میں کوئی تامل نہیں ہوگا، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ”حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے، علت کے ختم ہونے پر حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔

البتہ انتہائی دور دراز کی لڑکیوں کو اقامتی اداروں میں رکھنا بڑے مسائل پیدا کرتا ہے؛ اس لئے اس سے بچنا بہتر ہے۔(۱)

---

(۱) فتاوی محمودیہ ۳ : ۱۸۰/، بحوالہ اہم مسائل : جن میں ابتلاء عام ہے ۳ : ۲۹۸/، ترتیب : مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹرا)

شرعی حدود میں نامحرم سے تعلیم کی صورتیں

شرعی حدود میں رہتے ہوئے نامحرم مرد سے تعلیم حاصل کرنے کی بعض صورتیں ہو سکتی ہیں اور وہ اس طرح ہیں:

❁ پہلی صورت یہ ہے کہ طالبات نقاب میں ہوں، چہرے پر نوس پیس ہو، جن سے ان کے چہرے نظر نہ آتے ہوں، جیسا کہ اوپر قرآنی آیت میں ذکر ہوا، عام حالات میں تو یہ پردہ ٹھیک ہے، لیکن تعلیم و تعلّم میں یہ صورت مناسب نہیں؛ کیونکہ قرآن وحدیث نے دونوں جنسوں کی نگاہیں نیچی کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱)

❁ دوسری صورت یہ ہے کہ اُستاذ اور طالبات کے درمیان دبیز پردہ ہو، یہ صورت پہلی صورت کے مقابلہ میں زیادہ مناسب ہوگی کیونکہ اس میں فتنہ سے زیادہ حفاظت ہے اور اس میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ کم ہے۔

❁ تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں الگ روم میں ہوں، اِس طور پر کہ اُستاذ لڑکوں کو سامنے پڑھائے اور لڑکیاں علٰحدہ روم میں محفوظ کمرہ میں پڑھیں، اگر کسی لڑکی کو سوال کرنا ہو تو پرچی پر لکھ کر چھوٹے بچے یا خادم کے ذریعہ بھجوادے اور استاذ لاؤڈ اسپیکر پر جواب دے یا پھر مائک ہی پر سوال کرے اور استاذ جواب دے۔

❁ چوتھی صورت یہ ہے کہ ایک ہی ہال ہو، درمیان ہال میں ایک دیوار کھڑی ہو، دیوار کے پیچھے لڑکیاں ہوں اور سامنے والے حصہ میں لڑکے اور استاذ ہوں۔ دونوں کے اندر آنے اور باہر نکلنے کے دروازے الگ ہوں، اس طرح حتی الوسع فتنہ سے حفاظت کے ساتھ دونوں کی تعلیم ایک ساتھ ہو سکتی ہے، تاہم دونوں کے کلاسیس الگ ہوں تو بہتر ہوگا اور تعلیمی کیفیت میں بھی اضافہ ہوگا۔

الغرض پردہ کے ساتھ مرد و عورت ایک دوسرے سے علمی استفادہ کر سکتے ہیں، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عائشہ، حضرت اُم سِلمہ اور حضرت اُم

عطیہ رضی اللہ عنہن سے خاص طور سے علمی استفادہ کرتے تھے اور پردہ کی بھی بھرپور رعایت ہوتی تھی۔(۱)

نامحرم مرد سے تعلیم حاصل کرنے میں عورت کی آواز کا مسئلہ

جہاں تک عورتوں کا نامحرم مرد سے یعنی اجنبی سے تعلیم حاصل کرنے کا مسئلہ ہے خواہ آف لائن ہو یا آن لائن تو اوّلاً معلوم ہونا چاہئے کہ عورت کی آواز اصلاً قابل ستر نہیں ہے، یہی راجح قول ہے۔(۲)

یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات اور صحابیات رضی اللہ عنہن مردوں سے احادیث بیان کرتی تھیں اور ان کے بعض علمی اور فقہی سوالات کا جواب دیا کرتی تھیں۔(۳)

اگر عورت کی آواز عورت ہوتی تو ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات رضی اللہ عنہن خواتین ہی سے احادیث بیان کرنے اور ان کے سوال کا جواب دینے پر اکتفا کرتیں، اسی طرح مردوں سے گفتگو کرنا مطلقاً ناجائز ہوتا یعنی خرید و فروخت اور دوسری ضرورت کے لئے بھی گفتگو درست نہیں ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔(۴)

اِن تصریحات سے واضح ہوگیا کہ عورت کی آواز حقیقت اور اصل میں عورت نہیں ہے؛ لہٰذا عورتیں نامحرم مرد سے تعلیم حاصل کرسکتی ہیں، البتہ فتنہ کا اندیشہ ہے؛ اس لئے پردہ ضروری ہے؛ کیونکہ شرعاً اجنبی مرد کے سامنے عورت کے لئے چہرہ کھولنا درست نہیں ہے :

يَآاَيُّهَاالنَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ

---

(۱)(طالبات کی دینی وعصری تعلیم اور ان کی درسگاہیں ۶۶:-۷۱، مؤلفہ مولانا مصطفی عبد القدوس ندوی مدظلہ (سابق استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

(۲) درمختار ورد المحتار ۲ : ۷۸/، مطبوعۃ مکتبۃ زکریا، دیوبند۔

(۳) بخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء: حدیث ۴۰۰۷:

(۴) (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۱ : ۴۷۰/۔)

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱)

''اے پیغمبر! اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمان بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنی تھوڑی سی چادریں، اس سے جلد پہچان ہوجایا کرے گی، تو تکلیف نہ دی جایا کریں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے''۔

نامحرم مرد سے پڑھنے کے نقصانات

نامحرم مرد سے پڑھنا بوجوہِ ذیل ناجائز ہے:

۱ روزانہ نامحرم کی صحبت میں بیٹھنا۔

۲ زیادہ دیر تک بیٹھے رہنا۔

۳ اشکالات علمیہ حل کرنے اور فہم وتفہیم کے لئے استاذ وطالبات کے درمیان بار بار مراجعہ۔

۴ قربِ مکانی مجلس وعظ کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے۔

۵ طالبات معدودات ہوتی ہیں اور استاذ کی نظر میں مشخصات ومعہودات، مجلس وعظ میں عموماً ایسے نہیں ہوتا۔

۶ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ استاذ رجسٹر میں حاضری لگانے کے لئے ہر طالبہ کا نام پکارتا ہے اور وہ جواب دیتی ہے، اس سے جانبین کے درمیان خصوصی معرفت اور مزید تعلق پیدا ہوتا ہے۔(۲)

مرد اساتذہ، شرائط وضوابط

ا۔کوئی غیر درسی بات چیت نہ کی جائے۔

---

(۱) الاحزاب ۵۹:۔)

(۲) احسن الفتاوی، کتاب الحظر والاباحۃ ۸: ۵۹/۔۶۰۔۶۱، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔)

۲۔ رجسٹر میں صرف رول نمبر لکھے جائیں اور نام نہ پکارے جائیں۔

۳۔سبق سننے کے لئے ہفتہ وار یا تین چار دنوں میں ایک بار گزشتہ سبق کا تحریری امتحان لیا جائے اور نگرانی کے لئے کسی استانی کو مقرر کیا جائے۔

۴ ۔لڑکیوں کو استاذ سے سبق کے بارے میں کچھ پوچھنا ہو تو تحریراً پوچھنا بہتر ہے، نہ ہنسی نہ لطیفہ، نہ فضول گفتگو اور نہ بغیر ضرورت کے بچیوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کی جائے۔

مولانا سلمان صاحب منصور پوری کتاب النوازل میں فرماتے ہیں :

عورتوں کا اپنے محارم یا دیگر عورتوں سے دینی معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ تو شروع ہی سے رہا ہے؛ لیکن موجودہ دور کی طرح مدرسۃ البنات کی نظیر دور اول میں نہیں ملتی، اور لڑکیوں کا محارم کے بغیر کسی جگہ اجتماع عموماً فتنہ کا سبب بنتا ہے، اس کے لئے اس طرح کے اقامتی مدارس کے قیام کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی، البتہ جو مدارس قائم ہو چکے ہیں ان میں درج ذیل شرائط کا ملحوظ رکھنا ضروری اور لازمی ہے :

① پردہ کا مکمل اہتمام ہو، آمد و رفت یا اقامت کے دوران کوئی بھی سیانی بچی جس کی عمر فقہاء نے ۹۔۱۰ برس لکھی ہے، بے پردہ نہ پائی جائے۔

② ملازمین حتی کہ چپراسی، دربان یا ڈرائیور کسی سے طالبہ کا قطعاً کوئی رابطہ نہ ہو اور اس کی سخت نگرانی کی جائے۔

③ مدرسہ میں پڑھانے والی صرف استانیاں ہوں، کسی بھی مرد استاذ (جوان بوڑھے) کو ہرگز مدرس نہ رکھا جائے، خواہ وہ کتنا ہی پاک باز اور صالح کیوں نہ ہو؛ اس لئے کہ شیطان کے اثر سے حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔

④ مدرسہ کا نصاب معتبر علماء کے ذریعہ تجویز کیا جائے، یہ نہ ہو کہ جیسا جی میں آیا کتابیں متعین کر لیں اور تعلیم شروع کر دی۔

⑤ ہر لڑکی کو عالمہ بنانے کی ضرورت نہیں ؛ بلکہ ضروری دینی معلومات اور روزمرہ کی

ضرورت کا علم سب کو ہو جائے ۔

۶ تعلیم کے ساتھ تربیت اور امور خانہ داری کی مشق پر توجہ دی جائے ۔

۷ منتظمین اپنی محارم عورتوں کے ذریعہ نظام چلائیں، ایسا نہ ہو کہ مرد منتظم بالکل اجنبی ہو اور خواتین استانیوں اور ذمہ داروں میں کوئی اس کا محرم نہ ہو، ایسی صورت میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے ۔(۱)

دینی تعلیم کے لئے شرعی مسافت سے کم کا سفر

پردۂ نسواں سے متعلق قرآن مجید کی سات آیات (چار سورۂ احزاب کی اور تین سورۂ نور کی ہیں) اور سترہ روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ عورتیں مردوں کی نگاہوں سے مستور رہیں، یہی اصل پردہ ہے اور قرآن وسنت کی رو سے اصل مطلوب یہی ہے کہ عورتوں کا وجود اور ان کی نقل وحرکت مردوں کی نظروں سے اوجھل ہو، جو گھروں کی چار دیواری یا خیموں اور معلّق پردوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے؛ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الجاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (۱)

’’اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور دکھلاتی نہ پھرو، جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں‘‘۔

لیکن عورتوں کو ہمہ وقت اور ہر حالت میں مطلقاً گھروں میں بند رہنے پر مجبور و مکلف بنانا انسانی فطرت کے خلاف ہوگا؛ کیونکہ عورتوں کو بھی بعض ایسی ضرورتیں پیش آنا ناگزیر ہے کہ انہیں گھر سے نکلنا پڑے، اِن ہی ضروریات میں سے ایک تعلیم ہے جس کے لئے عورتیں باہر نکلنے پر مجبور ہیں ۔

---

(۱) کتاب النوازل ۱۴ : ۲۴۱/

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ کی تحقیق پیش کی جاتی ہے چنانچہ وہ احسن الفتاوی میں فقہاء کی بہت ساری عبارتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

امور دینیہ کے لئے خواتین کے خروج کی ممانعت قرآن وحدیث میں منصوص نہیں ؛ بلکہ ان حضرات نے اپنے زمانے کے حالات اور شیوع فتن وفسادات کی وجہ سے اصول شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی آراء وانظار کا اظہار فرمایا ہے، لہٰذا ان حضرات کا فیصلہ کوئی نص قطعی اور حرف آخر نہیں ؛ بلکہ تغیر زمانہ سے اس میں ترمیم کی گنجائش ہے۔

دور حاضر میں غلبۂ جہل اور دین سے بے اعتنائی اس حد تک پہنچ گئی کہ خواتین کے لئے ضروریات شرعیہ سے خروج کو مطلقاً ممنوع وحرام قرار دینا اور کسی بھی ضرورت شرعیہ کے لئے خروج کی اجازت نہ دینا اقامت دین کے بجائے بد دینی ہے، چنانچہ اسی کے پیش نظر مجموع النوازل میں مسائل شرعیہ معلوم کرنے کی ضرورت سے خروج کی اجازت دی گئی ہے، لہٰذا بنظر فقہ اس میں تفصیل ذیل ضروری معلوم ہوتی ہے۔

گھروں سے باہر نکلنے کی شرطیں

احکام شریعت کے علم اور ان پر عمل کرنے میں تصلب و پختگی کی تحصیل کی غرض سے کسی ایسے مدرسۃ البنات میں پڑھنا جائز ہے جس میں شرائط ذیل کی پابندی کا اہتمام ہو:

اصل بات یہی ہے کہ عورت گھر سے باہر نہ نکلے ؛ لیکن ضرورت وحاجت کی بناء پر نکلنا ہو تو عورت گھر سے تنہا نہ نکلے ؛ بلکہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرم رشتہ دار ہو، گو راستہ مامون ہو ؛ کیونکہ عورت کا گھر سے نکلنا بالکل ہی فتنہ ہے۔(۱)

نیز کبھی فتنہ بول کر نہیں آتا ؛ بلکہ ہمیشہ ہی اچانک آتا ہے ؛ اس لئے ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

---

(۱) أحکام النساء لابن الجوزی ۱۰۹:

"لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ" عورت سفر نہ کرے مگر کسی محرم رشتہ دار کے ساتھ، ان شرائط کے ساتھ عورت کے لئے حصولِ علم کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت ہے۔(۱)

عورتوں کے حق میں اصل یہ ہے کہ وہ گھروں اور پردوں میں رہیں، جیسے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجاب اشخاص اور پردہ کے تین درجات میں سے پہلا درجہ تعبیر کیا ہے اور بوقتِ ضرورت گھروں سے نکلنے کی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں پردہ کا دوسرا درجہ ہے۔

① ۔ جہاں ہتھیلیاں کھلے رہنے پر فتنہ کا اندیشہ ہو تو دستانے پہننا طالبات اور دیگر عورتوں پر لازم ہوگا، ۲۔اگر قدمین کھلے رہنے پر بھی فتنہ کا اندیشہ ہو تو موزے پہننا جوان لڑکیوں اور عورتوں پر لازم ہوگا۔

② ۔نقاب بھی ایسا ہو کہ بھڑکدار پرکشش نہ ہو کہ نگاہوں کو خیرہ کردے اور دیکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچتا چلا جائے بلکہ سادہ ہو اور ڈھیلا ڈھالا ہو۔چست نہ ہو کہ جسم کے خلقی ڈھانچے نمایاں ہو جائیں اور باریک نہ ہو کہ جسم کا رنگ نظر آئے اور شر پسند عناصر کو گناہ بے لذت سے استمتاع کا موقع فراہم ہو اور فتنہ کا پیش خیمہ بن جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : بہت سی عورتیں جو دنیا میں (باریک) کپڑے پہننے والی ہیں وہ آخرت میں برہنہ شمار ہوں گی۔

"فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الآخِرَةِ"(۲)

③ مردانہ لباس و پوشاک نہ ہو؛ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے:

④ خوشبودار عطر نہ لگائے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو خوشبودار عطر لگانے سے

---

(۱) بخاری: العمرۃ، باب حج النساء : حدیث ۱۰۶۱ ۵: مسلم: حج باب سفرہ المرأۃ مع محرم الٰی حج وغیرہ، حدیث ۱۳۳۸:
(۲) بخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظۃ باللیل: حدیث ۱۱۵)

منع فرمایا ہے؛ بلکہ خوشبو دار عطر لگا کر نکلنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ وہ بدکار عورت ہے؛ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر آنکھ بدکار ہے اور وہ عورت جو خوشبو لگائے اور (مردوں کی) مجلس کے پاس سے گذرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زانیہ (بدکار) ہے۔(۱)

⑤ بجنے والا زیور نہ ہو، پیروں کو زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ جس سے آواز پیدا ہو اور مردوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (۲)

''اور عورتیں اپنے پیر زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے''۔

یہاں زیور سے مراد وہ زیورات ہیں جو از خود نہیں بجتے بلکہ کسی چیز کی رگڑ سے بج اٹھتے ہیں مثلاً چھڑے اور کڑے وغیرہ، قرآن مجید نے ان ہی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ان کی آواز یا جھنکار اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے درست نہیں؛ لہٰذا وہ زیور جن میں از خود آواز پیدا ہوتی ہو، مثلاً گھنگرو، ان کا پہننا سرے سے ناجائز ہے، پس اس طرح کے زیورات پہن کر نکلنا گناہ کا باعث اور اللہ کے غضب کو بھڑکانا ہوگا۔

⑥ پُرکشش چال نہ چلے کیونکہ بجنے والا زیور نہ پہنے اور پیروں کو زمین پر زور سے رکھ کر چلنے کی ممانعت کی علت فتنہ کا اندیشہ ہے، اِس کے مقابلہ میں پرکشش چال چلنے میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے اِسی وجہ سے ارشادِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الجاهِلِيَّةِ الْأُولٰى''(۳)

اور دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ دکھلانا دستور تھا پہلے جہالت کے وقت میں۔

---

(۱) (ترمذی: ادب، باب ما جاء فی کراھیۃ خروج المرأۃ متعطّرۃ: حدیث: ۲۷۸۶، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔)

(۲) سورۃ النور: ۳۱

(۳) الاحزاب ۳۳:

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تبرج میں وہ تمام صورتیں داخل ہیں جو فتنہ کا سبب بن سکیں، اسی میں حسن کا اظہار، شیریں ادائی ناز سے قدم اٹھانا، پرکشش چال چلنا سب داخل ہیں؛ کیونکہ ان تمام صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔(۱)

⑦ راستہ (خواہ سڑک ہو یا گلی) کے کنارے پر چلے، بیچ راستہ یا بیچ کے قریب نہ چلے،/ اسی طرح راستہ چلتے وقت مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو،/ عام مجالس میں بھی مردوں کے ساتھ نہ بیٹھے،/ اسی طرح بس اور ٹرین میں بھی ایک ساتھ ایک سیٹ پر نہ بیٹھے؛ کیونکہ یہ مردوں کے ہجوم میں بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '
'لَيۡسَ لِلنِّسَآءِ وَسۡطَ الطَّرِيۡقِ'' یعنی: ''سڑک کا درمیانی حصہ خواتین کے لئے نہیں ہے''۔(۲) مفسر کبیر علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تبرج کی تفسیر کے بارے میں جہاں اور اقوال، صورتیں اور تفسیریں نقل کی ہیں وہیں ایک تفسیر یہ بھی لکھی ہے کہ اسلام سے پہلے عورتیں مردوں کے ہجوم میں چلا کرتی تھیں۔(۳)

حضرتِ شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیوں کا قصہ قرآن میں مذکور ہے کہ وہ اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے بستی کے کنویں پر گئیں تو وہ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ایک کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔(۴)

⑧ راستہ مامون ہو، جیسا کہ حضرتِ شعیب علیہ السلام کی دو لڑکیاں بکریاں چراتی تھیں

---

(۱) تفسیر طبری ۲۰ :/۲۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) اور جس میں فتنہ کا اندیشہ ہو وہ شرعاً ممنوع ہے۔(بدائع الصنائع: ۱/۱۷۵۔)

(۲) صحیح ابن حبان: کتاب الحظر والإباحۃ، حدیث: ۵۶۰۱، محقق شعیب الارنوط نے اس روایت کو حسن لغیرہ کہا ہے)

(۳) تفسیر قرطبی: ۱۴/۱۴۱۔۱۴۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

(۴) القصص :۲۳

اور بستی کے کنویں پر پانی پلا کر گھر واپس ہوتی تھیں ۔(۱)

ظاہر ہے کہ اگر راستہ مامون نہ ہوتا، عزت و ناموس پر آنچ آنے کا خطرہ ہوتا اور معاشرہ میں فتنہ وفساد کا غلبہ ہوتا تو حضرتِ شعیب علیہ السلام ہر گز اپنی بچیوں کو بکریاں چرانے اور پانی پلانے کے لئے جانے نہیں دیتے ۔ وہ بھی ایک پیغمبر و رسول ہو کر ہر گز ایسا نہیں کرتے ۔

⑨ راستہ چلتے وقت خواہ پیدل ہو یا سواری پر، دور کا سفر ہو یا قریب کا، بس سے ہو یا ٹرین سے یا ہوائی جہاز سے، جب بھی کہیں بھی، جس حالت میں ہو کسی اجنبی مرد سے گفتگو ہو تو اندازِ گفتگو پر کشش اور لچکدار نہ ہو، ہونٹوں پر مسکان بھری ہوئی گفتگو نہ کرے؛ بلکہ گفتگو کا لہجہ سوکھا ہو، اسلوب طبعی نسوانی جاذبیت والا نہ ہو؛ تاکہ اس کے دل میں کسی طرح کا شیطانی وسوسہ ہو بھی تو وہ دب جائے اور اگلا قدم اٹھانے کی جرأت نہ ہو؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا"(۲)

"تم دبی زبان میں بات نہ کرو ؛ کیوں کہ جس کے دل میں مرض ہے وہ امید ولالچ کرے اور باوقار انداز سے بات کرو" ۔

⑩ پڑھانے والی صرف خواتین ہوں، نامحرم مرد سے پڑھنا جائز نہیں، وجوہِ عدم جواز کی تفصیل کی کتب فتاوی سے مراجعت کریں ۔

⑪ معلمات روزمرہ کی زندگی سے متعلقہ مسائل واحکام شرع کے علم میں کمال رکھتی ہوں اکثر معلمات اور متعلمات روایتی پر کشش پردہ کرتی ہے، کالی اور نسواری رنگ کی ایسی چادریں جو بدن سے چپک جاتی ہے، جسم اور آنکھوں کی نمائش ہوتی ہے، سب سے خطرناک بات ہے ۔

---

(۱) تفسیر قرطبی :۱۶/ ۲۵۸، مؤسستہ الرسالۃ، بیروت)

(۲) الاحزاب ۲۳ :)

⑫ عمل میں پختہ ہوں اور متعلمات میں بھی عمل میں پختگی پیدا کرنے کی فکر رکھتی ہوں، معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات اور منکرات وفواحش سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کا درد رکھتی ہوں، بالخصوص وہ منکرات جو عام معاشرہ میں داخل ہوگئے ہیں، جیسے بے پردگی، تصویر، ٹی وی، غیبت وغیرہ۔

۱۳ نصاب تعلیم اور طریق تعلیم کا مقصد ومحور یہی ہو روزمرہ کی زندگی سے متعلقہ احکام شریعت کے علم اور اس کے مطابق عمل میں پختگی پیدا کرنا، بالفاظ دیگر فکر آخرت پیدا کرنا، اصلاحی عالمات اور فاضلات بنانے والا نصاب واجب الترک ہے اور ایسے القاب حاصل کرنے کی ہوس واجب الاصلاح۔

⑭ مدرسہ میں کوئی محرم چھوڑ کر آئے اور واپسی پر بھی کوئی محرم مرد ساتھ لائے۔(۱)

⑮ گھر سے مدرسے جانے آنے اور مدرسہ پہنچنے کی اور واپسی کا وقت متعین ہونے کی وجہ سے بدمعاش مردوں کا پیچھا کرنے کا خطرہ ہو تو راستہ بدل دیں۔

⑮ جہاں مقرر بسیں ہوں جو بچیوں کو لاتی اور لے جاتی ہیں وہاں اس کا خیال رکھا جائے کہ جو پہلی گاڑی میں بیٹھے تو دیگر بچیاں بیٹھنے تک پہلی بچی کا محرم ساتھ ہونا چاہئے اس میں تکلیف ہو پھر بھی بچی کو اکیلی مطلقا نہ چھوڑا جائے اس لئے کہ نامحرم سے خلوت گناہ ہے۔

⑰ گھریلو کام کاج کو اپنی شان کے خلاف نہ سمجھیں (لہٰذا ایسے مدرسے میں بچی کو داخل نہیں کیا جائے جس میں اس حوالے سے تربیت نہ ہو)۔

⑱ قرآن وحدیث سے براہِ راست مسائل اخذ کرنے کا کام شروع نہ کریں، یہ شوق دین کی تباہی اور الحاد کے پھیلنے کا باعث بنتا ہے۔

⑲ لڑکیوں کا مدرسہ لڑکوں کے مدرسہ کے قریب تر نہ ہو۔

⑳ لڑکیوں کے مدرسے میں آنے جانے کا راستہ بھی محفوظ ہو۔

---

(۱) (احسن الفتاوی، کتاب الحظر والاباحۃ: ۸/ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی)

⑪ لڑکیاں چست اور چمک دار برقعہ یا چادر اور بجنے والا زیور پہن کر گھر سے مدرسہ نہ آئیں جائیں۔

⑫ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار نہ کی جائے اس میں پردہ کا اہتمام نہیں ہوتا۔

⑬ بنات کے مدارس یا مکاتب نسوان کی نگرانی کسی ایسی عورت کے سپرد کی جائے جو خود عالمہ ہو، بعض مدارس میں مہتمم حضرات اپنی بیویوں کو نگراں بنا دیتے ہیں، حالانکہ وہ عورتیں مدرسہ میں پڑھی نہیں ہوتیں، عالمہ نہیں ہوتیں اگرچہ مخلصہ ہوتی ہیں، لیکن ان کی ناسمجھی کی وجہ سے مدرسہ کے معلمین اور معلمات کی توہین ہوجاتی ہے، جس سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔

⑭ ڈرائیور بچیوں کو لے جاتے ہیں، ان کی تربیت بھی ساتھ ساتھ ہو اور گاڑی اس ترتیب پر کہ ہو کہ ڈرائیور اور بچیوں کے مابین پردہ ہو تاکہ بدنظری نہ ہو، سرپرستوں کا جوڑ بھی ہر ماہ ہو تاکہ بچیوں کے حوالے سے ان کی تربیت ہو۔

⑳ عالم عالمہ مدرسہ کھولے، دنیا دار چاہے جتنا نیک ہو یا ہوشیار مدرسہ نہ کھولے، یا کھولے؛ لیکن نگراں کسی عالم کو رکھے اور اس کے دینی کام میں دخل نہ دے اگر یہ شرائط نہ ہو ں تو خیر کے بجائے شر پھیلے گا۔(۱)

خواتین کے دینی تعلیم کے حصول کی شرائط

۱- سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دینی تعلیم گھر کے کسی مرد سے حاصل کی جائے اگر ایسا محرم نہ ہو جو دینی احکام سے واقف ہو تو وہ کسی محرم عالم سے احکام سیکھ کر اور کتابیں پڑھ کر عورتوں کو سکھائے۔

(۱) مدارس بنات کی اہمیت ۲۴۳ :

۲- اگر ایسی کوئی صورت نہ نکل سکے کہ گھر کے کسی فرد سے دینی احکام سیکھے جائیں تو ان آداب کا خیال رکھ کر کسی عالم کے پاس باہر نکلا جائے جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔

۳- دینی علوم دو قسم کے ہیں علوم عالیہ یعنی مقصدی علوم جو یہ ہیں قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ۔علوم آلیہ وہ علوم ہیں جن کو قرآن وحدیث اور فقہ سمجھنے اور حاصل کرنے کے لئے ان کو آلہ کار بنایا جائے۔علوم آلیہ یہ ہیں : صرف،نحو،منطق،فلسفہ،علم معانی،علم ادب وغیرہ۔

ہر لڑکی پر اس قدر علم حاصل کرنا فرض ہے جن کا حصول روزمرہ زندگی کیلئے ضروری ہے مثال کے طور پر وضو، غسل، ماہواری، زچگی، نماز، حج، زکوۃ وغیرہ کے مسائل، عورتیں اپنے مردوں سے سیکھیں یا کتابوں سے پڑھیں۔اور اگر یہ صورتیں ممکن نہ ہوں تو پھر کسی عالمہ عورت سے معلوم کرے ان علوم (فرض عین) میں سے اچانک اگر عورت کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑی اور اپنا مرد مسئلہ پوچھ کر نہیں آتا یا اجازت نہیں دیتا اور عالمہ عورت نہ ہو تو اس کے حصول کیلئے عورت باپردہ بغیر مرد کی اجازت کے نیک معتمد عالم دین مفتی کے پاس جاسکتی ہے؛ لیکن علوم آلیہ پر کمال حاصل کرنا عورت کے لئے فرض نہیں۔

۴- صرف ان علوم کے حصول کیلئے گھر بار کو چھوڑ کر دوسری جگہ سکونت اختیار کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ پرفتن دور ہے اور نئے نئے فتنے روز افزوں ابھر رہے ہیں، جب دینی مدارس کے بارے میں یہی حکم ہے تو دور جا کر اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے بارے میں آپ حضرات خود فتویٰ لگائیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ لڑکیوں کیلئے اسکول کالج، یونیورسٹی اور دینی مدرسہ میں حافظہ عالمہ بننے کے لئے محرم رشتہ دار سمیت باہر جانا جائز ہے کوئی اس کو ناجائز نہیں کہہ سکتا لیکن خارجی امور کو دیکھ کر پرفتن دور کو مدنظر رکھ کر عورت کا دائرہ کار سامنے لاکر یہ کہا جاتا ہے کہ اس طرح کی تعلیم جائز تو ہے (جس کی شرائط آگے آرہی ہیں) لیکن بہتر نہیں ہے۔

۵- پڑھانے والی استانیاں عالمات ہوں مرد نہ ہوں اگر عالمہ مل نہ سکے تو پھر مرد پردہ

لٹکا کر یا دور بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سے پڑھائیں اور یہ دوسرا طریقہ بہتر اور فتنوں سے محفوظ ہے۔لیکن ان امور کا خیال جامعہ کا منتظم کروائے کہ مرد سریلی آواز میں نہ پڑھائے، عشقیہ اشعار نہ کہے بلکہ علمی ضرورت کے علاوہ کوئی شعر نہ لکھے، طالبہ کا رول نمبر پکار کر حاضری لگائے نہ کہ نام لے کر، غیر ضروری اور غیر درسی باتوں سے اجتناب کرے، پڑھانے کے بعد وہاں بغیر ضرورت کے نہ ٹھہرے، افضل یہ ہے کہ شادی شدہ ہوں اور متقی با اعتبار عالم ہو۔ یہ پانچویں شرط صرف اسی صورت کے لئے ہے جبکہ علاقے میں ایسی کوئی عورت نہ ہو جو پوری عالمہ ہو اور عام عورتیں اس سے مسائل پوچھیں۔جس طرح کہ مؤمنات صحابیات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھتی تھیں۔اگر علاقے میں کوئی مستند عالم، مفتی ہو تو اس کی بیوی کے ذریعے سے مسائل حل کرائے جائیں۔

اس صورت میں عالمہ بننے کی ضرورت نہیں اگر چہ فی نفسہ جائز ہے، اس لئے اس سے جو مقصد ہے وہ درست ہے۔(۱)

عورت پردے میں رہ کر مرد کو پڑھا سکتی ہے

امام ذہبیؒ نے ”ذیل العمر“ میں لکھا ہے کہ ام محمد بن زینب بنت احمد بن عمر مقدسیہ نوے سال کی عمر تک حدیث کا درس دیتی رہیں اور مختلف ملکوں کے طلبہ ان کی حدیث کی درسگاہ میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے، انہوں نے خود بھی مختلف شہروں میں گھوم گھوم کر درس دیا، جیسا کہ لکھتے ہیں ”طلبہ نے ان کے یہاں کا سفر کیا اور خود انہوں نے مصر اور مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیا۔

”وارتحل الیها الطلبة وحدثت بمصر وبالمدینة المنورة“(۲)

امام احمد زینب بنت کی حرانیہ نے چورانوے سال کی عمر تیک حدیث کا درس دیا اور

---

(۱) ماہنامہ دارالعلوم،شمارہ 7 :،جلد 92 :رجب 1429ھ مطابق جولائی2008ء)

(۲) زیل العمر ذہبی)

اس دور میں بھی ان کی درسگاہ میں طلبہ کا ہجوم رہا کرتا تھا، ذہبی نے لکھا ہے :وازدحم علیھا الطلبة (احمر) ان کے یہاں طلبہ کی بھیڑ رہا کرتی تھی"

کریمہ بنت احمد مروزیہ شمیہ یہ علم حدیث میں بڑے مرتبے کی مالک تھیں، بخاری کی روایت میں ان کو خاصی فضیلت وشہرت حاصل تھی، اس زمانے کے اعیان ومشاہیر ان سے شرف تلمذ حاصل کرتے تھے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے۔"ان سے خطیب بغدادی، ابن مطلب، ہمدانی، ابوطالب زینبی جیسے ائمہ حدیث نے پڑھا۔

"وقراعلیھا الائمة کالخطیب وابن المطلب والھمداني وابی طالب الزینی۔

انتظامی امور سے متعلق چند اہم گذارشات

۱۔مثالی مربّیہ خاتون معلمہ کا انتظام

تعلیم سے زیادہ تربیت اہم ہے، لڑکیاں مزاجی اعتبار سے زیادہ نازک اور کمزور ہوتی ہیں، حیاء، تواضع اور جذبۂ خدمت کے ساتھ عبادت و دعا کا کمال رکھنے والی مثالی خاتون کا انتظام بے حد ضروری ہے، جن کا تعلق مع اللہ اور معاشرتی زندگی لائق تقلید ہو، مشفقانہ طرز اور نرم رویہ کی خوگر ہو، محبوب بن کر رہتی ہو، مسلط ہو کر نہیں، کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق بھی ہو تو بہتر ہے، ناظم صاحب یا صدر مدرس کی اہلیہ اس قسم کے اوصاف و کمالات سے متصف ہو، یا انہیں آراستہ کیا جائے تو ایک آنکھ باہر مرد کی اور ایک آنکھ اندر اہلیہ کی دیکھ رہی ہوگی، نظام کا ہر گوشہ نظروں کے سامنے ہوگا، ناظم مدرسہ کا بلا واسطۂ محرم براہِ راست معلمہ خاتون یا نگراں خاتون سے ربط بہت نقصان دہ ہے، ناجائز تعلقات اور بے حیائی کے حیرت انگیز وشرمناک واقعات پیش آرہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ذمہ داران کبھی نفس وشیطان کی مکاریوں سے بے فکر نہ ہوں، اپنی تربیت وترقی کے سلسلہ میں قناعت کی کیفیت میں مبتلا نہ ہوں، شاید اس قسم کی مثالی مربیہ خاتون کے انتظام کے بغیر مدرسہ شروع کرنا نامناسب ہوگا، کم از کم کسی سرپرست عالم دین سے مستقل رہبری اور طالبانہ رابطہ رہے، قدم قدم پر ہر جزئیہ میں ان سے تفصیلی مشاورت کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے، صراحی جھک کر برتنوں کو بھرتی ہے، زندہ تو جھک جاتے ہیں اکڑتے تو مردے ہیں۔

۲۔معاشرتی زندگی مثالی ہو

معلمہ کی معاشرتی زندگی بھی مثالی ہو، پڑھانے والے معلمہ کی عادتیں طالبات میں غیر اختیاری منتقل ہوجاتی ہیں، میرا سلوک میری والدہ سے، میری بہنوں سے، گھر کے کام

کاج میں دلچسپی، جوائنٹ فیملی میں رہنے کا انداز، بے غرض ہو کر رہنا، اپنے شوہر کے حقوق، اپنی ساس کے ساتھ برتاؤ، اپنی نند اور جٹھانی کے ساتھ سلوک، عمل کے ذریعہ سے دیا جانے والا سبق زیادمؤثر ہوتا ہے زبان سے دئے جانے والے سبق کے مقابلہ میں۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا عجیب جملہ ہزاروں نصیحتوں کا خلاصہ ہے، فرمایا: ''کامل نہ سہی طالب ضرور ہونا چاہئے'' پوچھ کے چلنے کا محتاج سمجھتا ہو، اصلاح سے مستغنیٰ نہ رہتا ہو۔

شوہر کے بغیر زندگی گذارنا، سسرال سے جھگڑے، والدین وبھاوجوں سے جنگ والی عورت عورت کہلانے کے قابل نہیں تو معلمہ کیا کہلائے گی، اور طالبات کو کیسے اخلاق کی تعلیم دے گی؟

۳۔انفرادی عبادات کا جذبہ ہو

تنہائی کے اعمال جس قدر مضبوط ہوں گے اتنی ہی روحانیت ونورانیت اور کام میں قبولیت آئے گی، فرائض کا اہتمام، نوافل اربعہ (تہجد، اشراق، چاشت، اوابین) کا اہتمام، روزانہ کچھ وقت دعا کے لئے فارغ کرلینا، دعا کے اہتمام سے عبدیت وانکساری پیدا ہوتی ہے، صرف تعلیم کافی نہیں ہے، اور نہ صرف تبلیغ کافی ہے، تاریخ میں ہمیشہ کسی صاحب دل سے حقیقی تعلق رکھنے والے سے ہی کام ہوا ہے، اپنی تکمیل تزکیہ کے بغیر دشوار ہے، نفس کے حملوں سے مایوسی، بے حسی، لوگوں کی ناقدری کا شکوہ، اور استقبال ہونے لگ جائے تو تکبر، عجب کے جرائم، دنیا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری صاحب فرماتے ہیں کہ تدریس مزاج نبوت کے منتقل کرنے کا نام ہے، چند دروس اور نصاب کے پڑھانے کا نام نہیں ہے، طائف کے استقبال پر دلی کیفیت، مدینہ کے استقبال پر دلی کیفیت، فتح مکہ پر دلی کیفیت اور حجۃ الوداع میں دلی کیفیت، آقا کا غرباء کے ساتھ کیسا سلوک، اغنیاء کے ساتھ کیسا برتاؤ، فتوحات میں رب کا شکر، مجاہدات میں خود کی کمزوری پر ندامت، مجلس اور مسجد کی زندگی

کا فرق، یہ سب اپنی زندگی سے دوسرے کی زندگی میں منتقل کرنا تدریس ہے۔

۴۔اپنے کام کی قدر خود کرے

معلمات مکتب کی تعلیم وتدریس کی خود کریں کہ ہم ثواب جاریہ وفرض عین والا کام کررہے ہیں، دین کی بنیادی تعلیم ہرلڑکی پر فرض ہے، ہمیں اللہ نے اس کا ذریعہ بنالیا، ثواب کا احتساب رہے، نورانی قاعدہ کی ناقدری اور بخاری پر فخر، نورانی قاعدہ کو شان کے خلاف سمجھا اور بخاری کے قابل نہ بن سکا تو ''نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے'' کا مصداق بن جائیں گے، نوارانی قاعدہ والی کی محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی، ہرلڑکی کا بخاری تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، مگر ہرلڑکی پر نماز فرض ہوگی، وہ نماز آپ سے سیکھ رہی ہے، اس سے بڑا صدقہ جاریہ اور کیا ہو؟۔

۵۔اپنے گھر کے ہر فرد کو خدمت کا حصہ بنائیں

جو گھرانہ مشن کے پرزوں کی طرح تحریک کا حصہ بن کر کام کرتا ہے وہ گھرانے تاریخی گھرانے بن جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت ابوبکرؓ کی بیٹیاں اور بیٹے، ہمارے رسول ﷺ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کا گھرانہ، حضرت مجددؒ اور ان کے گھرانہ کی پوری تاریخ ہے، اور ماضی قریب میں مولانا الیاس صاحبؒ اور ان کا گھرانہ، ایسا نہ ہو کہ صرف ماں پڑھاتی ہے باپ کا کوئی حصہ نہیں، بیٹی پڑھاتی ہے ماں کا کوئی حصہ نہیں، موجود کی ناقدری نہیں ہونی چاہئے، مگر مطلوب کی ترغیب ہمیشہ دی جائے گی۔

۶۔کام کی شروعات اعتماد میں لے کر کریں

ہر شہر و ہر گھر کا باب الداخلہ ہوتا ہے، اسی طرح ہر کام کا بھی باب الداخلہ ہوتا ہے، قرآن

نے سکھلایا کہ دروازوں سے داخل ہوجاؤ۔ ”وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا“کھڑکی توڑ کر دروازہ دروازوں پھلانگ کر داخل نہیں ہوا جاتا، توڑ کر پھلانگ کر آنے والے بار بار نہیں آسکتے، مسلسل کام جاری نہیں رہ سکتا، میکے میں جانے کے بعد کام کرنے کا بھی دروازہ ہے، بھائی کو، ابا کو اعتماد میں لینا پڑے گا، ساس امی کو علماء کی مجلس میں لیجانا پڑے گا، شوہر کا دل جیتنا پڑے گا، ساس سے دعا کروانا ہوگا، ان سے انعام دلوانا، ان کی گل پوشی کرنا، سسرال میں کام کرنے کا دروازہ اپنی ساس، شوہر بلکہ اپنے سسرال کا دل جیتنا ہے، ہمیں ڈول رسی کی ضد نہیں ہے، ڈول رسی کسی بھی کمپنی کی ہو، ہمیں تو بس پانی کی فکر ہے، پائپ اور نل چاہے کسی بھی کمپنی کا ہو ہمیں تو صاف پانی مل جائے۔

ٹیلر بننے کے مقابل ٹیچر بنیں، معاش میں معاونت سے زیادہ معاد میں معاونت کریں، کپڑے سینے سے زیادہ باحیاء لباس کی تعلیم دیں۔

۷۔ نامحرم سے مستقل رابطہ مناسب نہیں

اسکول چلاتے ہوئے، مدرسے چلاتے ہوئے، مکاتب چلاتے ہوئے کسی نامحرم مرد یا عورت سے مستقل رابطہ میں رہنا ہمارے دل اور روح کو اجاڑنے کا ذریعہ ہے، کوشش ہو کہ خاتون کو خاتون ہی تعلیم دے۔

صحابہ رضی اللہ عنہ کرام بیک وقت معلم اور متعلم تھے، جو سورت سیکھی وہ سکھادیا، جو پڑھ لیا پہنچا دیا، نئی معلمہ کے انتظار میں کام نہ کرنا یا غیر تربیت والا ماحول واختلاط نقصان دہ ہے، آپ پہلی تختی میں اچھے ہوگئے ہیں تو دوسری خاتو کو پہلی تختی پڑھا دیجئے، دوسری تختی میں آپ متعلمہ اور پہلی تختی میں معلمہ بن جائیں۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی اندازِ تدریس

تیرنا پانی میں اتار کر سکھایا جاتا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان میں اتار کر بہت سی باتیں

سکھلائیں، اشراق کی فضیلت سے متعلق حدیث آئی، چلو! ہم اشراق پڑھ لیں، آج جمعہ کا دن ہے چلو! سورۂ کہف پڑھ لیں، قطع رحمی کی کسی صحابی نے حدیث سنی، جا کر معافی مانگ کر حاضر ہو گئے، ہم سب نیت کرتے ہیں کہ ہار مان کر آئیں گے مگر رشتہ جوڑ کر آئیں گے۔

۹۔ استقامت کی فکر

حالات سے مفاہمت کبھی نہیں، سسرال کی زندگی سے ہار نہ مانیں، بچوں کی بیماریوں سے ہار نہ مانیں، خود میدان بنانے کی کوشش کریں، ایک دوست کے والدہ کا انتقال ہوا، پیٹ کے کینسر نے آخری دن تک وہ ماں سو بچوں کو گھر میں مکتب پڑھاتی تھیں، یہ حوصلے پیدا ہوجاتے ہیں، جب بندیاں اللہ کے دین کے علم کا ارادہ کرلیتی ہیں، خدمت دین کا ارادہ کرلیتی ہیں۔

کچھ دن پہلے بنگلور میں ایک بہن کا انتقال ہوا، لولو باجی نام تھا، اس بہن کے ذریعہ سے پانچ ہزار مکتب، عربی پڑھانے کے مدرسہ قائم ہوئے ہیں، مدرسہ کی چہار دیواری میں رہ کر زندگی برکت والی بن جائے گی، چولہے چکی میں سکڑ کر نہیں رہ جائے گی، اگر دین کی خدمت کو زندگی کا مقصد بنالیا تو جوانیاں دو چار بچوں پر نہیں نچوڑی جائے گی، سوؤں لوگ ہمارے ذریعہ سے قرآن کا علم سیکھنے اور پھیلانے والے بن جائیں گے۔

دیوبند گاؤں میں ایک مرتبہ مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، کہنے لگے میری استانی ماں فلانے گھر میں مجھے دینیات پڑھایا کرتی تھی، اتنا بڑا جسٹس، شیخ الاسلام اتنے بڑے عالم مکتب پڑھانے والی اس معلمہ نے سوچا بھی نہیں تھا کہ شاید میرے ذریعہ سے اتنے بڑے اللہ والے تیار ہوجائیں گے۔ (خطبات مکاتب: ۷۷)

۱۰۔ باپردہ عمارت کی کوشش

پردہ کے بغیر کسی کے دل ہرگز پاک نہیں رہ سکتے ہیں، اس عمارت کا مکمل باپردہ ہونا

ضروری ہے جہاں خواتین وطالبات کی بڑی تعداد قیام پذیر ہو یا تعلیم کے لئے آتی ہوں، پڑھانے والوں، خدام مدرسہ ومرکز، آنے جانے والے، اڑوس پڑوس کے لوگ، خود ناظم مدرسہ ومنتظم وصدر کے افرادِ خاندان سے پردہ کا مستحکم نظام ہو، آواز نہ جاتی ہو، اچانک بغیر اطلاع کے بھی اختلاط کا امکان نہ ہو، سب کی گذرگاہیں اور راستے الگ الگ ہوں، آفس، مہمان خانہ، رہائش گاہ، علحدہ علحدہ ہونے چاہیے، باپردہ عمارت کا انتظام سب سے مقدم تقاضا ہونا چاہئے، بڑی زمین کی خریداری، شاندار عظیم الشان جلسوں کے انعقاد سے قبل اس کام کی تکمیل کرنا چاہئے۔

۱۱۔صبح وشام کی حفاظتی دعاؤں کا اہتمام

خواتین اور بچے نفسیاتی اعتبار کمزور ہوتے ہیں، احادیث میں اشارہ ملتا ہے ''شام ہوتے ہی بچوں کو گھروں میں کرلو'' ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :ان پر شیطان جلدی اثر انداز ہوتا ہے، لڑکیوں کی بڑی تعداد کا ہمہ وقت ایک جگہ رہنے یا ایک ہی راستہ سے آتے جاتے رہنے سے کوئی مستبعد نہیں کہ انہیں میں کوئی جن اور آسیب سے متاثر ہو؛ اس لئے بہت اہتمام سے نماز پڑھنے والی طالبات منزل، مؤمن کا ہتھیار (مولانا یونس پالنپوری) زاد مؤمن (مولانا منیر- ممبئ والے- صاحب کالینا دامت برکاتہم) وغیرہ کا مکلف کیا جائے، پانی پر دم کر کے پلایا جائے، اس حفاظتی قلعہ میں محفوظ رکھنا ضروری ہے، کسی ایک طالبہ کا ایسی بے اختیار سحرزدہ یا آسیب زدہ حرکات کرنا پورے نظام کو خوف وہراس میں ڈال دے گا، ذہنی مرعوبیت اور دوسرے کی بیماری لگنے کا اندیشہ مدرسہ خالی کروادے گا، اجتماعی لازمی معمولات میں اس عمل کو داخل کردیا جائے۔

☆ سینا، پرونا، کپڑے کی سلوائی سکھانا اس لئے ضروری ہے کہ اپنے کپڑے، اپنے بچوں کے کپڑے کم از کم از خود سی سکیں، بازار کے تیار شدہ ملبوسات تو باحیا عورتوں کے پہنے کے قابل نہیں ہے، نیز زندگی کے ناموافق حالات میں گھر بیٹھے شوہر کا معاشی تعاون کرسکے۔

☆ اگر ہوسکے تو باری باری پکوانا سیکھ لیا جائے، تاکہ صرف پڑھنے پڑھانے کی عادت نہ ہو؛ بلکہ ضروریاتِ زندگی اور مطبخ کے کام کا بوجھ اٹھانے کی عادت بنتی رہے، ہاتھ صاف ہو جائے، پڑھائی کی تکمیل کے بعد مستقل اس کے سکھانے کا وقت نہ دینا پڑے۔

۱۲۔محلہ کے مکتب کو ترجیح دی جائے

خواتین یا بنات کو مدارس بھیجنے سے پہلے محلہ کے مکتبِ بنات ومکتبِ نسواں کو جو خالص بچیوں، لڑکیوں اور عورتوں کے لئے قائم کیا گیا ہو، اور اس میں پڑھانے والی معلمات اور باجی علم وعمل سے متصف ہونے کے ساتھ باخلاق بھی ہو، تعلیم دی جائے، یہی احوط اور اسلم طریقے ہیں۔

البتہ مسجد کے مکتب میں معلم کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہو تو نو سال کی عمر تک ہی کی لڑکی کو تعلیم دی جائے، نو سال کے بعد محلہّ کا مکتب جو معلمہ کی زیر تدریس ہو نظام بنایا جائے۔

۱۳۔مکاتب میں بقدر ضرورت علم دیا جائے

مرد تو تمام علوم کے جامع ہو سکتے ہیں عورتیں (عادۃ) نہیں ہوسکتیں جامعیت کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے، جو عورتوں میں نہیں ہے، مگر آج کل سب کو عقل کا ہیضہ ہو رہا ہے، آزادی کا زمانہ ہے ہر ایک خود مختار ہے، عورتیں بھی کسی بات میں مردوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتیں ہر علم وفن کی تکمیل کرنا چاہتی ہیں تصنیفیں کرتی ہیں اخبارات میں مضامین بھیجتی ہیں۔

نیز یہ قاعدہ کلیہ صحیح نہیں کہ ہر علم مفید ہے اور نہ ہر شخص میں ہر علم حاصل کرنے کا حوصلہ ہے، جامعیت (یعنی تمام علوم منقول ومعقول منطق فلسفہ وغیرہ) مردوں کا حوصلہ ہے عورتوں کو ان کی ریس کرنا حوصلہ سے باہر بات کرنا ہے۔اس جامعیت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو صفات عورتوں میں ہونی چاہیں وہ بھی باقی نہیں رہیں گی۔ چنانچہ رات دن اس کا تجربہ ہوتا جاتا ہے۔(تبلیغ وعظ کساء) عورتوں کے لئے (بہتر یہ ہے کہ ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت

دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ کر دیں تا کہ قرآن وحدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں۔میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں۔اس لئے اکثر کے لئے مناسب نہیں۔(۱)

۱۳۔خواتین کی غیر حاضری پر سختی نہ کی جائے

خواتین کا پابندی سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا قدرے مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ انہیں شادی بیاہ، شوہر اور گھر کی ذمے داری کے ساتھ ساتھ بچوں کی ذمے بھی نبھانا پڑتا کئی مرتبہ تعلیم استقرار حمل اور زچگی کی وجہ سے بھی متاثر ہو سکتی ہے، مگر یہ ارادہ کر لے کہ مجھے موت تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا ہے تو ان شاء اللہ رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔

۱۴۔معلم ان باتوں کا لحاظ رکھے

مرد پردہ لٹکا کر یا دور بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سے پڑھائیں اور یہ دوسرا طریقہ بہتر اور فتنوں سے محفوظ ہے۔

مرد سریلی آواز میں نہ پڑھائے۔

عشقیہ اشعار نہ کہے بلکہ علمی ضرورت کے علاوہ کوئی شعر نہ لکھے۔

طالبہ کا رول نمبر پکار کر حاضری لگائے نہ کہ نام لے کر۔

غیر ضروری اور غیر درسی باتوں سے اجتناب کرے۔

پڑھانے کے بعد وہاں بغیر ضرورت کے نہ ٹھہرے۔

بڑی عمر کی خواتین کو طعنہ نہ دیا جائے۔

افضل یہ ہے کہ شادی شدہ ہوں اور متقی با اعتبار عالم ہو۔(۲)

---

(۱) اصلاح انقلاب امت

(۲) دارالعلوم، شمارہ 7 :، جلد 92 : رجب 1429ھ مطابق جولائی 2008ء

آن لائن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی ہدایات

(۱) خواتین کی تعلیم گاہیں صرف اور صرف خواتین کے لیے مخصوص ہوں، مخلوط تعلیم نہ ہو اور مردوں کا ان تعلیم گاہوں میں آنا جانا اور عمل دخل ہرگز نہ ہو، مدرسہ کا جائے وقوع فتنہ فساد اور اس کے امکان سے بھی محفوظ ہو۔

(۲) ان تعلیم گاہوں تک خواتین کی آمد و رفت کا شرعی پردہ کے ساتھ ایسا محفوظ انتظام ہو کہ کسی مرحلہ میں بھی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۳) نیک کردار، پاک دامن عورتوں کو تعلیم کے لیے مقرر کیا جائے، اگر ایسی معلمات نہ مل سکیں تو بدرجۂ مجبوری نیک صالح اور قابل اعتماد مردوں کو مقرر کیا جائے جو پس پردہ خواتین کو تعلیم دیں۔

(۴) مدرسہ کے حالات کی کڑی نگرانی اور مفاسد و فتن کی روک تھام کا اہتمام بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہو۔

(۵) اگر کوئی مدرسہ شرعی مسافت پر ہو تو وہاں جانے کے لیے عورت کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو۔

(۶) مدرسہ والوں کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہوں تا کہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے سے عقائد خراب نہ ہوں۔ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر کسی جگہ تعلیم دی جاتی ہو تو وہاں لڑکیوں کو تعلیم دلانا جائز اور مباح ہوگا۔ واضح رہے کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ کوشش کریں کہ کم سے کم عمر میں ہماری لڑکی زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرلے؛ کیوں کہ بڑی لڑکیوں کو دور دراز بھیجنے میں مفاسد ہیں اس لیے بالکل شروع ہی سے ان کی تعلیم کی طرف توجہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱)

---

(۱) دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب نمبر 51536 :

مرتب کی کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات

۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں

۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)

۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِطبع)

۵۔جماعت اولی کی اہمیت وجماعت ثانیہ کی حیثیت

۶۔نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر

۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں

۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں

۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت

۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)

۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادئ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِطبع)

۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی، تحقیق وتخریج، زیرِطبع)

۱۳۔ اللمعة اذا اجتمع العيد والجمعة

۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت

۱۵۔احکام اعتکاف

۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟

۱۷۔ یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں

۱۸۔ پتنگ بازی حقائق ونقصانات

۱۹۔وجودِ باری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں

۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِ طبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی و شرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل، تخریج و تضمیم)
۲۸۔قربانی ِمنکرات و مسالک کے اختلافات کا حل
۲۹۔عصمت دری اسباب و سد باب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل و مسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود و حقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت و سماج کی روشنی میں
۴۴۔لو جہاد حقیقت یا فسانہ